مکمل ناول

مریم عزیز

زندگی کی وہ گردش ساتھی

"ایک تو میں اس لڑکی کی سونے کی عادت سے سخت پریشان ہوں۔ پتا نہیں کیسے اتنا سو لیتی ہے۔"

زاہدہ غصے سے بڑبڑاتی ہوئی اندر داخل ہوئیں تو اسائنمنٹ بناتی رمشا نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"کس کی بات کر رہی ہیں امی!"

"نمرہ کے علاوہ اور کون ہے اس گھر میں جسے سونے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں۔"

رمشا ہنس پڑی۔ "کیا ہو گیا امی! بے چاری سوتی ہی تو ہے۔"

زاہدہ نے غصے سے اسے دیکھا۔ "جاؤ جا کر اسے اٹھاؤ' اس سے پہلے کہ میں اسے جوتیاں لگا کر اٹھاؤں۔"

ان کے دھمکی آمیز انداز پر وہ ابرو اچکاتی کھڑی ہو گئی۔ رمشا کمرے میں داخل ہوئی تو وہ گہری نیند میں تھی۔ اس کے دو' تین دفعہ آواز دینے پر بھی جب وہ ٹس سے مس نہ ہوئی تو رمشا نے اسے جھنجھوڑ ڈالا۔

"کیا ہوا؟" اس اچانک افتاد پر وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھی۔

"ابھی تو کچھ نہیں ہوا' لیکن ابھی اگر تم نہ اٹھیں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ چلو شاباش' اٹھو۔ امی کا میٹر گھوم چکا ہے۔" رمشا نے اسے پچکارنے کے ساتھ اس کا

ہاتھ تھام کر اسے کھڑا ہونے کے لیے سہارا دیا۔

"ایک تو امی کو میری ہر بات پر اعتراض ہوتا ہے۔" بالوں کو کیچو میں سمیٹتے ہوئے وہ بڑبڑائی۔

"غلط امی کو صرف تمہارے زیادہ سونے پر اعتراض ہوتا ہے۔"

دروازے سے نکلتے نکلتے بھی رمشا کہنا نہیں بھولی تھی۔ نمو بھی برا سامنہ بنا کر اس کے پیچھے باہر نکل آئی۔

وہ لاؤنج میں داخل ہوئی تو پہلا سامنا زاہدہ کی گھورتی ہوئی نظروں کا کرنا پڑا۔ وہ خاموشی سے سامنے والے صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔

"تم نے دنیا میں کوئی کام کرنا ہے یا نہیں۔ حد ہوتی ہے کسی چیز کی۔ ہر وقت نیند۔ نیند۔ میں نے تم سے کہا تھا سعدیہ آنے والی ہے، بریانی بنانی تھی۔ کچن کے اور کتنے کام ہیں، لیکن نہیں۔ تمہارے کان پر تو جوں ہی نہیں رینگتی۔" اور سر جھکائے نیند کو بھگاتی نمو نے سسرال کے خیال سے ہی جھرجھری لی تھی۔

"یہ جو تمہارے طریقے ہیں، آگے سسرال جا کر جوتیاں کھاؤ گی۔ لوگوں نے یہی کہنا ہے ماں نے کچھ نہیں سکھایا۔"

"چلو، ابھی منگنی تک ہوئی نہیں۔ امی نے نہ صرف مجھے سسرال بھیج دیا، بلکہ جوتیاں بھی لگوا دیں۔" وہ تصور میں خود کو سسرال کی جوتیاں کھاتے دیکھنے لگی۔

"اب یوں ٹکر ٹکر میرا منہ کیوں دیکھ رہی ہو۔ بتاؤ کچھ کھانے کو۔ پتا بھی ہے اپنے بہنوئی کی عادت کا پھر بھی۔ اور ہاں۔" اسے اٹھتا دیکھ کر وہ بولیں۔ "منہ پر پانی ڈال لو تاکہ تھوڑا ہوش آئے۔" اب کے وہ تیزی سے لاؤنج سے باہر نکلی تھی۔

بریانی کو دم دے کر وہ فریج سے سلاد کے لیے چیزیں نکال رہی تھی۔ جب رمشا اندر داخل ہوئی۔

"ہو گئی تیاری؟"

نمو نے فریج بند کر کے غصے سے اسے دیکھا۔

"ہاں ہو گئی۔ تم یہ دیکھنے آئی ہو؟" اس کے جلے ہوئے انداز پر رمشا کی ہنسی نکل گئی۔

"نہیں۔ تمہاری ہیلپ کرنے آئی ہوں۔" نمو نے پٹخنے کے انداز میں ٹرے شیلف پر رکھی تھی۔

"جب سب کام ہو جاتا ہے تب آجاتی ہو۔ کسی کو احساس ہی نہیں میرا۔ کام والی سمجھا ہوا ہے مجھے۔ اب تو مجھے لگنے لگا ہے، میں امی کی سگی بیٹی نہیں۔ پتا نہیں ترس کھا کر کہاں سے اٹھایا تھا۔"

اس کے اتنے دکھی بیان پر بھی پاس کھڑی رمشا کے تاثرات میں کوئی تغیر رونما نہیں ہوا تھا۔ اپنی بات کا خاطر خواہ اثر نہ دیکھ کر نمو نے افسوس سے رمشا کو دیکھا۔

"میں نے کچھ بکواس کی ہے؟"

رمشا نے تسلی سے شامی کباب کا آخری ٹکڑا منہ میں رکھ کر اسے دیکھا۔ "سن لی تمہاری بکواس اور تمہیں کچھ سمجھانے کا فائدہ تو ہے نہیں، کیونکہ ہر دفعہ کھانا پکانے کے بعد تمہاری اس قسم کی جذباتی تقریر سننے کی میں عادی ہو چکی ہوں اور یہ ترس کھا کر اٹھائے جانے والی بات ذرا امی کے سامنے جا کر کہو، بتائیں گی تمہیں۔"

رمشا کی دھمکی کا ٹھیک ٹھاک اثر ہوا۔ وہ برا سا منہ بنا کر دوبارہ کام میں لگ گئی تھی۔

"کباب بڑے اچھے بنے ہیں۔" پلیٹ سے دوسرا کباب اٹھاتے ہوئے رمشا چڑانے والے انداز میں بولی تو نمو تڑپ کر مڑی۔

"اللہ کرے تم یہ کباب کھا کر موٹی بھینس بن جاؤ۔" اس کے کوسنے پر رمشا قہقہہ لگا کر باہر نکل گئی جبکہ وہ سارا غصہ برتنوں پر نکالنے لگی۔

☼ ☼ ☼

"اوہ! تو بڑے بڑے لوگوں کو وقت مل گیا کہ وہ ہم غریب لوگوں سے مل لیں۔"

جوں ہی اس نے ڈائننگ روم میں قدم رکھا، ظرافت بھائی کی طنزیہ آواز اس کی سماعتوں سے

ٹکرائی۔ اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا لیکن اس کے باوجود وہ ایک جبری مسکراہٹ ہونٹوں پر لے آئی۔

"ایسی بات نہیں ظرافت بھائی! کام کی وجہ سے حلیہ خراب ہو رہا تھا۔ بس چینج کرنے گئی تھی۔"

"تو تمہارے کہنے کا مطلب ہے ہماری وجہ سے تم سارا دن کچن میں مصروف رہیں۔ بھئی اتنی مصیبت تھی تو بتا دیتیں۔ ہم آتے ہی نہیں۔"

نمو نے بے بسی سے اپنی ماں کو دیکھا جنہوں نے آنکھ کے اشارے سے اسے بولنے سے منع کر دیا تھا۔

"ظرافت بیٹا! اتنی تھوڑی بریانی ڈالی ہے تم نے اور لونا۔ اور یہ کباب لو۔"

زاہدہ کے کہنے پر نمو نے ان کی پلیٹ کا جائزہ لیا۔ جہاں پہلے سے چاول اور چکن کا پہاڑ بنا تھا۔ وہ گہرا سانس لے کر کرسی پر بیٹھ گئی اور مسکرا کر اپنی بہن کو دیکھا۔ جس کے چہرے پر حسب معمول ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ پھر اس نے نظریں رمشا کی طرف گھمائیں، جس کے ماتھے کے بل وہ با آسانی دیکھ سکتی تھی، وہ جانتی تھی، وہ کتنے ضبط سے بیٹھی ہے۔

"اور آنٹی جی! ہمارے سالے صاحب اور ان کی زوجہ محترمہ نظر نہیں آرہیں۔" جب کافی دیر تک کوئی بات ان کی گرفت میں نہیں آئی تو انہوں نے نیا نکتہ اعتراض نکال لیا۔

"بیٹا! وسیم دلہن کے ساتھ اس کے میکے گیا ہوا ہے۔"

ظرافت بھائی کا ایک قہقہہ گونجا تھا۔ رمشا نے ناگواری سے انہیں دیکھا۔

"جب بھی آؤ، وسیم صاحب وہیں پائے جاتے ہیں۔ کہیں گھر داماد بننے کی تیاری تو نہیں ہو رہی۔"

اپنے گھٹیا مذاق سے وہ خود ہی محظوظ ہو کر ہنس رہے تھے۔ جبکہ باقی افراد بالکل خاموش تھے۔

"رمشا بیٹا! آئس کریم لے آؤ۔" زاہدہ کب سے رمشا کو دیکھ رہی تھیں اور جانتی تھیں، کسی بھی وقت اس کا ضبط جواب دے سکتا ہے۔ اس لیے انہوں نے اسے اٹھا دیا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ خود بھی اس کے پیچھے آئی تھیں۔ وہ کرسٹل باؤل پٹخنے کے انداز میں ٹرے میں رکھ رہی تھی۔ رمشا نے ایک ناراض نظر ان پر ڈالی۔ اس سے پہلے وہ اسے کچھ کہتیں گھبرائی ہوئی سعدیہ اندر داخل ہوئی تھی۔

"امی! جب وسیم کو پتا تھا میں اور ظرافت آرہے ہیں تو کیا ضرورت تھی اسے رخسانہ کو لے کر جانے کی۔ ایک دن صبر نہیں ہو سکتا تھا اس سے۔ اب گھر جا کر ان کی طنزیہ گفتگو شروع ہو جائے گی اور ساتھ ان کی بہنیں بھی شروع ہو جاتی ہیں۔" آخر میں وہ روہانسی ہو گئی تھی۔

رمشا نے غصے سے سعدیہ کو دیکھا۔

"آپا! جب تمہیں پتا ہے تمہارے سرتاج کا مذاق اتنا شاہانہ ہے تو کیوں اسے لے کر یہاں آتی ہو۔"

"دیکھ رہی ہیں امی! اب شادی ہو جانے کا مطلب یہ تو نہیں کہ اس گھر پر میرا حق ختم ہو گیا۔ یہاں نہ

خواتین کے لیے خوبصورت تحفہ

خواتین کا گھریلو انسائیکلو پیڈیا

کا نیا ایڈیشن قیمت -/750 روپے

کے ساتھ کھانا پکانے کی کتاب

کھانا خزانہ

قیمت -/250 روپے بالکل مفت حاصل کریں۔

آج ہی -/800 روپے کا منی آرڈر ارسال فرمائیں۔

منگوانے کا پتہ:

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37، اردو بازار، کراچی

فون نمبر: 32216361

آؤں تو کہاں جاؤں؟" سعدیہ تڑپ کر بولی۔

"رمشا! تم چپ رہو۔" زاہدہ نے غصے سے رمشا کو دیکھا۔ "بڑی بہن ہے تمہاری۔"

"پتا ہے مجھے، پر آپ انہیں کیوں نہیں سمجھاتیں کہ دنیا میں سارے مسئلے صرف ان کے ساتھ نہیں۔ ہم بھی اسی دنیا میں رہتے ہیں۔ ہمارے ساتھ بھی سو مسائل ہیں۔" کہہ کر وہ رکی نہیں تھی۔

جبکہ سعدیہ کے آنسوؤں میں روانی آگئی تھی۔

"اسے میرا یہاں آنا برا لگتا ہے تو میں آئندہ نہیں آؤں گی۔"

"ارے!" زاہدہ نے اسے گلے لگالیا۔ "کیوں نہیں آؤ گی۔ تمہارے باپ کا گھر ہے۔ تمہاری ماں ابھی زندہ ہے اور رمشا کی باتوں کو دل پر مت لیا کرو۔ وہ تم سے بہت پیار کرتی ہے۔ تمہیں پریشان دیکھتی ہے تو بس ایسے بول جاتی ہے۔ ورنہ تم سے بہت پیار کرتی ہے۔" وہ اسے ساتھ لگائے تسلیاں دینے لگیں۔

☼ ☼ ☼

برتن دھو کر جب وہ کمرے میں آئی تو اس کا خیال تھا، نمرہ سو گئی ہوگی، لیکن اسے جاگتے دیکھ کر وہ حیران ہوئی۔

"تم سوئیں نہیں؟"

"نہیں، کچھ سوچ رہی تھی۔" نمرہ نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"سعدیہ باجی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ شادی سے پہلے وہ کتنی بولڈ اور باتونی ہوا کرتی تھیں۔ کتنی رونق ہوتی تھی ہمارے گھر میں ان کی وجہ سے۔ اب تو میں جب بھی انہیں دیکھتی ہوں، وہ والی سعدیہ باجی لگتی ہی نہیں۔ ان کے چہرے پر جو مسکراہٹ ہوتی ہے، وہ بھی اجنبی لگتی ہے اور وہ ظرافت بھائی۔" اس نے منہ بنایا۔ "ان کا صرف نام ہی ظرافت ہے۔ ورنہ جتنی ان میں کڑواہٹ ہے۔ کریلا بھی ان سے بہتر ہوگا۔"

سنجیدگی سے اس کی باتیں سنتی رمشا اس کی مثال پر مسکرادی تھی۔ نمرہ نے ناراضی سے اسے دیکھا۔

"اس میں ہنسنے والی کیا بات ہے۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔ تم نے کبھی ان کا ایک ایسا جملہ سنا جس میں طنز نہ ہو۔ سعدیہ باجی بے چاری اسی لیے ایسی ہو گئی ہیں۔ کبھی کبھی تو مجھے ڈر لگتا ہے کہیں امی ہمارے لیے بھی ظرافت بھائی جیسا نمونہ نہ پسند کرلیں۔"

اب کی بار رمشا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"تم سے تو بات کرنا فضول ہے۔ میرا ہی دماغ خراب ہے۔" نمرہ نے غصے سے اس کی طرف کروٹ بدل لی۔

"بے وقوفوں کی طرح مت سوچا کرو۔" کچھ دیر بعد اس نے رمشا کی سنجیدہ آواز سنی۔

"امی ہماری دشمن نہیں جو ایسا سوچیں گی۔ سعدیہ باجی کے لیے انہوں نے اچھا ہی سوچا تھا۔ امی کو کیا پتا تھا کہ ظرافت بھائی کا مزاج ایسا ہے۔ ماں، باپ اولاد کے لیے سب کچھ کرتے ہیں۔ صرف قسمت نہیں بدل سکتے اور مجھے تو کبھی کبھی سعدیہ باجی پر بہت غصہ آتا ہے۔ اتنے بھی جابر اور ہلاکو ٹائپ نہیں ظرافت بھائی اور نہ ڈریکولا کے خاندان سے تعلق ہے ان کی نندوں کا۔ میں ان کی جگہ ہوتی تو کب کا ان کی نندوں کو ٹھیک کرچکی ہوتی۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنا مسئلہ خود حل کریں، یہاں آکر امی کو اپنے دکھڑے سنا کر اور پریشان کرجاتی ہیں اور تم صرف سعدیہ باجی اور ظرافت بھائی کے بارے میں سوچتی ہو، جبکہ میں بھابھی اور بھائی کے بارے میں بھی سوچتی ہوں۔ ایک ہی تو ہمارا بھائی ہے۔ اس کی شادی کے حوالے سے کتنے ارمان تھے اور سب ارمانوں پر پانی پھیر کر رکھ دیا ہمارے بھائی نے۔ خود ہی شادی کرلی۔ یہاں تک بھی ٹھیک تھا۔ زندگی انہوں نے گزارنی ہے، جیسی ان کی خوشی، لیکن جس کو وہ اس گھر میں لے کر آئے ہیں، کم از کم اس کو یہ تو بتادیں 'یہ میری ماں ہے،' کتنی مشکل سے اس نے ہمیں پالا ہے۔ ان کی عزت تو کرواسکتے ہیں۔ جب سے شادی ہوئی ہے، کتنا عرصہ یہاں پر رہی ہیں۔ نہ خود رہتی ہیں اور نہ بھائی کو رہنے دیتی ہیں۔ اوپر سے ان کے رشتے دار... بے انتہا برے لگتے ہیں مجھے۔ لگتا ہی

نہیں ہے کسی شریف خاندان سے ان کا تعلق ہوگا۔"

رمشا کے کڑوے لہجے پر نمرہ نے بھی برا سا منہ بنایا۔ بھابھی کے گھر والے اسے بھی اچھے نہیں لگتے تھے خاص طور پر ان کا بھائی۔ عجیب گھٹیا انداز تھا اس کا دیکھنے کا اور گفتگو بھی اتنی ہی فضول کرتا تھا۔

"چلو اب سو جاؤ، تم نے تو صبح کالج جانا نہیں، پر مجھے جانا ہے۔" رمشا نے کہنے کے ساتھ لائٹ آف کردی اور اس کے قریب آکر لیٹ گئی۔

☼ ☼ ☼

"نمرہ!" وہ دھلے ہوئے کپڑوں کی ٹوکری لیے چھت پر جارہی تھی، جب رخسانہ کی آواز پر رک گئی۔ "ذرا دو گلاس جوس تو میرے کمرے میں دے جانا۔"

رخسانہ کے آرڈر پر اس نے ___ اپنے ہاتھ میں تھامی ٹوکری کو دیکھا اور گہری سانس لے کر ٹوکری زمین پر رکھ دی اور کچن کی طرف آگئی۔

"دو قدم کے فاصلے پر کچن ہے، لیکن مجال ہے جو قدموں کو تھوڑی سی زحمت بھی دے دی جائے۔"

ٹرے میں گلاس رکھتے ہوئے وہ مسلسل بڑبڑا رہی تھی اور جب دستک دے کر وہ اندر داخل ہوئی تو سامنے بیڈ پر نیم دراز بھابھی کے بھائی کو دیکھ کر اس کا دل چاہا کہ کاش! اس کو چھومنتر آتا اور وہ پلک جھپکتے میں غائب ہوجاتی۔

اس پر نظر پڑتے ہی وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور جس طرح اس کو دیکھ کر مسکرایا، نمرہ کا دل چاہا اسے جلا کر خاکستر کردے۔ وہ ٹرے ٹیبل پر رکھ کر مڑنے لگی تھی۔ جب اس نے اسے کہتے ہوئے سنا تھا۔

"رخسانہ! تمہارے سسرال میں گھر آئے مہمان کو سلام کرنے کا رواج نہیں ہے۔"

نمرہ کی مٹھیاں بھینچ گئی تھیں۔ جانتی تھی کسے سنایا جارہا ہے۔ وہ نظر انداز کرکے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"اتنی دور سے آیا ہوں۔ خالی جوس پر ہی ٹرخا دو گی۔ کچھ کھانے کو بھی منگوالو۔"

"نمرہ! ذرا چائے کے ساتھ کباب اور رول بھی لے آنا۔"

نمرہ تلملاتی ہوئی باہر آگئی۔

رخسانہ پتا نہیں زوار کو کون سے قصے سنا رہی تھی، لیکن اس کی پرسوچ نظریں دروازے پر جمی تھیں، جہاں سے وہ گئی تھی اور جہاں سے ابھی اسے آنا تھا۔

"تمہاری ساس اور تمہاری وہ دوسری خونخوار نند کہاں ہیں؟"

اپنی رام کہانی کے جواب میں یہ سوال سن کر وہ بدمزا تو ضرور ہوئی تھی، لیکن کہا کچھ نہیں۔

"رمشا تو کالج گئی ہے اور ساس صاحبہ گئی ہیں کسی کی مزاج پرسی کرنے۔" اس نے کافی بے زاری سے ان کا ذکر کیا۔

"اوہوں۔" اس نے ہنکارا بھرا، جوس کا آخری گھونٹ لے کر گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور کھڑا ہوگیا۔

"تم کہاں جارہے ہو؟" رخسانہ نے قدرے حیرت سے اسے دیکھا۔

"ایسے ہی سوچ رہا ہوں۔ گھر کا چکر لگالوں۔"

رخسانہ کے ماتھے پر بل پڑگئے تھے۔

"آرام سے بیٹھ جاؤ زوار!"

"کیوں؟"

"کیوں کیا میں جانتی نہیں کیا کہ تم چکر لگانے جارہے ہو یا چکر چلانے۔"

وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ "جب جانتی ہو تو روک کیوں رہی ہو۔"

"اس لیے کہ تم اس وقت وسیم کے گھر میں ہو اور وہ وسیم کی بہن ہے۔ اگر وسیم کو پتا چل گیا نا..." اس نے آگے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"اوہ! میں ڈر گیا۔" اس نے ڈرنے کی ایکٹنگ کی تو رخسانہ نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"یہ تم وسیم کی دھمکی اسے دینا جو وسیم کو نہ جانتا ہو اور وسیم تمہارا کیا کرلے گا۔ کاٹھ کا الو بنایا ہوا ہے تم نے، جو کہتی ہو آنکھ بند کرکے یقین کرلیتا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم اس کی بہن کو تنگ کرو۔"

"تنگ کہاں کر رہا ہوں۔" وہ اپنے گلے میں پڑی چین کو گھماتے ہوئے بولا۔

"تو؟" رخسانہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"دل آگیا ہے اس پر۔" رخسانہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی تھی۔ زوار نے غصے سے اسے دیکھا۔

"ہنسنے والی کیا بات ہے؟"

"تمہارا دل تو ہر دوسرے دن کسی نہ کسی پر آرہا ہوتا ہے۔"

"ہاں! لیکن اس سے میں نے شادی کرنے کا سوچا ہے۔"

"کیا؟" اب کی بار رخسانہ کو صحیح معنوں میں جھٹکا لگا تھا۔ "دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا۔" رخسانہ ایک دم بیٹھے سے کھڑے ہوگئی تھی۔

"بالکل ٹھیک ہے اور بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے اور تم میری مدد کرو گی یہ شادی کروانے میں۔"

"نہیں!" رخسانہ نے اپنے سینے پر انگلی رکھ کر کہا۔ "کوئی نہیں مانے گا۔ اس گھر کے لوگ مجھے پسند نہیں کرتے اور تمہاری ریپوٹیشن بھی خیر سے کافی اچھی ہے۔" وہ طنزیہ انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"اسی لیے تو تم سے کہہ رہا ہوں، تم تو اگر وسیم کو منالو گی تو آدھے سے زیادہ مسئلہ تو یہیں حل ہو جائے گا۔ اور اس کے گھر والے اس کی بات نہ مان کے جائیں گے کہاں۔"

رخسانہ نے گہری سانس لی جس کا مطلب تھا وہ قائل ہوگئی ہے۔

"پر تمہیں اس میں نظر کیا آیا ہے، جو ساری دنیا کی لڑکیاں چھوڑ کر تم اس سے شادی کرنے کو تیار ہوگئے ہو۔"

"سویٹی! خالص پن ہے اس کی ذات میں۔ بڑی معصوم سی ہے اور میرے جیسے بندے کے لیے ایسی ہی لڑکی چاہیے۔ جو مجھ سے میرے دن رات کا، میرے کام کا حساب نہ مانگے۔ میں بے شک باہر دس لڑکیوں کے ساتھ راہ و رسم رکھوں، لیکن وہ بس میرے لیے ہو۔"

رخسانہ نے تالی بجا کر داد دی۔

"کیا سوچ ہے، تو سوچ ہے کمال کی سچ کو چلو۔ کیا تمہیں لگتا ہے تم جیسے کریکٹر لیس انسان کو اتنی نیک شریف لڑکی مل سکتی ہے؟" زوار کے جبڑے بھینچ گئے تھے۔ پھر جیسے غصے پر قابو پا کر وہ مسکرایا۔

"جب تمہارے جیسی پچاس بوائے فرینڈز رکھنے والی کو وسیم جیسا شوہر مل سکتا ہے تو مجھے نمو جیسی بیوی کیوں نہیں۔"

"زوار!"

رخسانہ غصے کے مارے چیخ پڑی تھی۔

"ریلیکس مائی ڈیر سسٹر! جیسا کہو گی ویسا سنو گی۔ آخر کو میں تمہارا ہی بھائی ہوں۔"

اس سے پہلے وہ کوئی جواب دیتی، نمو ٹرالی گھسیٹتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔ ٹرالی رکھ کر وہ ایک سیکنڈ کا انتظار کیے بغیر واپس مڑ گئی۔ مبادا کچھ اور نہ فرمائش کر دی جائے اور پھر تب تک باہر نہیں نکلی، جب تک وہ چلا نہیں گیا اور زاہدہ گھر واپس نہیں آگئیں۔

☼ ☼ ☼

"خدا کا واسطہ ہے نمو اب آبھی جاؤ اور کتنا تیار ہوگی۔ ہم اسپتال جارہے ہیں، کسی فنکشن میں نہیں۔" اسے مسلسل آدھے گھنٹے سے آئینے کے آگے کھڑے دیکھ کر رمشا اکتا کر بولی۔ نمو کنگھی رکھ کر اس کی طرف مڑی۔

"پتا ہے مجھے کہ ہم اسپتال جارہے ہیں، لیکن کتنی بڑی خوشی کے لیے جارہے ہیں۔ یہ تمہیں پتا ہے؟ ہم اپنے بھانجے کو دیکھنے جارہے ہیں۔" اس کی خوشی دیکھ کر رمشا مسکرا دی۔

"وسیم بھائی ابھی تک نہیں آئے۔" رمشا نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ تب ہی باہر بیل بجی تھی۔

"آگئے بھائی!" نمو دوڑ کر باہر کی طرف بڑھی تھی۔ رمشا نے سب دروازے لاک کیے اور جب وہ لاؤنج کا دروازہ بند کر کے برآمدے میں آئی تو نمو کے ساتھ کھڑے نبیل کو دیکھ کر اس کی مسکراہٹ غائب ہوگئی۔ اس کے مسلسل دیکھنے پر اسے سلام کرنا پڑا تھا۔ لیکن اس کے روکھے انداز کے باوجود کافی پرجوش انداز میں اس کے سلام کا جواب دے کر وہ باہر نکل گیا تھا۔ نمو بھی اس کے پیچھے بڑھی تھی، جب اس نے نمو کا دوپٹا کھینچ کر اسے روکا تھا۔

"اسے کس نے بلایا ہے؟"

"امی نے بھیجا ہے انہیں۔"

"امی کو کوئی اور نہیں ملا تھا۔" اب کے وہ غصے سے بولی۔

"وہ ہمارے نوکر نہیں ہیں۔ شکر کرو آگئے ہیں۔" رمشا کے غصیلے انداز پر وہ جتاتے ہوئے بولی۔

"ویسے تمہیں پرابلم کیا ہے نبیل بھائی سے۔ اتنے اچھے تو ہیں۔" رمشا نے کھا جانے والی نظروں سے نمو کو دیکھا۔

"اس کے برے ہونے کے لیے یہ حوالہ کافی نہیں کہ وہ ظرافت بھائی کا بھائی ہے۔"

نمو نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا جب رمشا نے اسے ٹوک دیا۔

"تم پلیز اپنی چونچ بند ہی رکھو۔ پہلے ہی میرا موڈ آف ہوگیا ہے۔"

نمو برا سا منہ بنا کر گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ جہاں نبیل کار کا اگلا دروازہ کھولے ان کا منتظر تھا۔ نمو جانتی تھی یہ دروازہ کس کے لیے کھولا گیا ہے اور وہ یہ بھی جانتی تھی، رمشا کبھی نہیں بیٹھے گی۔

اس سے پہلے کہ رمشا کوئی سخت بات کہہ کر ماحول کو خراب کرتی، وہ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ نبیل نے ایک خاموش نظر پیچھے رمشا پر ڈالی اور ڈرائیونگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ سارا راستہ خاموشی سے کٹا تھا۔

جب وہ اسپتال پہنچے تو وہاں زاہدہ کے علاوہ ظرافت بھائی، ان کی والدہ اور دونوں بہنیں بھی موجود تھیں۔ سب کو سلام کر کے وہ دونوں سعدیہ کے پاس لیٹے بچے کی طرف آگئیں۔

"کتنا پیارا ہے۔ بالکل مجھ پر گیا ہے۔" رمشا نے فوراً اسے گود میں اٹھا لیا۔

"تم پر گیا ہوتا تو پیارا نہ ہوتا۔" نمو نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

تب ہی زاہدہ اس کے قریب آکر سرگوشی میں بولیں۔

"وسیم کو فون کیا تھا؟"

"میں نے فون کیا تھا۔ بھائی کہہ رہے تھے بھابھی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ وہ شام کو آئیں گے۔" نمو کے جواب پر زاہدہ کے چہرے پر پریشانی جھلکنے لگی۔

"تم کہاں چلے گئے تھے؟" سعدیہ کی سانس کی تیز آواز پر تینوں مڑ کر پیچھے دیکھنے لگے، جہاں نبیل کھڑا تھا۔

"نبیل کو میں نے ہی بھیجا تھا بچیوں کو لانے کے لیے۔" زاہدہ نے کچھ شرمندہ ہو کر وضاحت دی۔

"تمہیں پتا نہیں تھا بہنوں نے گھر جانا تھا۔"

"میں آگیا ہوں نا، اس میں اتنا شور کرنے والی کیا بات ہے۔" جواباً وہ اکھڑے ہوئے لہجے میں بولا تو کمرے میں محسوس کی جانے والی خاموشی چھا گئی۔

"نبیل بھائی! آپ نے دیکھا اپنا بھتیجا، کتنا پیارا ہے۔"

ماحول کے تناؤ کو کم کرنے کے لیے نمو نے ہشاش لہجے میں نبیل کو مخاطب کیا۔ تو وہ مسکراتا ہوا رمشا کے پہلو میں آکر کھڑا ہوگیا، جو بچے کو اٹھائے کھڑی تھی۔ اس کے یوں قریب کھڑے ہونے پر اس نے جزبز ہو کر نمو کو دیکھا، جس کے چہرے پر دبی دبی سی مسکراہٹ تھی۔ نبیل کی بہنوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارہ کیا تھا۔ رمشا کی غیر ارادی نظر ان پر پڑی تھی کہ اس نے تیزی سے بچے کو نمو کی گود میں دیا اور خود سعدیہ کے قریب جا کر بیٹھ گئی۔

کچھ دیر بعد جب نبیل اپنی بہنوں کو لے کر چلا گیا تو اس کے تنتے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑے۔

☼ ☼ ☼

وہ سڑک کے کنارے یوں کھڑی تھی جیسے بصارت

سے محروم ہو۔ اس وقت اسے نہ دکھائی دے رہا تھا' نہ سنائی دے رہا تھا۔ اس کے قریب گاڑی کا ہارن بجا تو وہ چونک کر حواسوں میں آئی۔ اردگرد نظر ڈالنے پر اسے احساس ہوا' کئی لوگ اس کی طرف متوجہ ہیں۔ وہ جلدی سے سڑک پار کرنے لگی' جب ایک گاڑی بڑی تیزی سے اس کی طرف بڑھی۔ اس کے حواس اتنے منتشر تھے کہ وہ نہ آگے جا سکی اور نہ پیچھے مڑ سکی۔ اگر کار ڈرائیور بروقت گاڑی نہ روکتا تو وہ اس وقت اوپر پہنچی ہوتی۔

"محترمہ! دماغ خراب ہے آپ کا۔ خودکشی کے لیے آپ کو میری ہی گاڑی ملی تھی۔"

وہ جو کوئی بھی تھا' گاڑی کی کھڑکی سے سر نکال کر اس پر برس رہا تھا اور وہ بند آنکھوں کے ساتھ خود کو یہ یقین دلانے میں مصروف تھی کہ وہ زندہ ہے۔

"بیٹا! آپ ٹھیک ہو' چوٹ تو نہیں آئی آپ کو؟" ایک شفیق آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تو اس نے جھجکتے سے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ جیسی شفیق آواز تھی' ویسا ہی شفیق چہرہ اس کے سامنے تھا۔

"چوٹ آئی ہے بیٹا؟" اب کے انہوں نے پریشانی سے اس کی آنکھوں کے آنسو دیکھے۔

نمو کا سر بے ساختہ نفی میں ہلا۔

"پھر ایسے کیوں رو رہی ہو؟" نمو ان کا چہرہ دیکھنے لگی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا بتائے یا نہیں۔

"بولو بیٹا! شاید میں تمہاری کوئی مدد کر سکوں۔" عام حالات میں شاید وہ کبھی یہ بات نہ کرتی' لیکن اس وقت وہ اتنی پریشان تھی کہ اپنا پرسنل میٹر ان سے ڈسکس کرنے لگی تھی۔

"وہ آنٹی! میری سسر یہاں سامنے والے اسپتال میں ایڈمٹ ہیں۔ میں ان کی میڈیسن لینے آئی تھی۔ میرے سویٹر کی جیب میں پانچ ہزار کا نوٹ تھا۔ دکان پر جاکر نکالنے لگی تو نوٹ غائب تھا۔" آخر میں پھر اس کی آواز بھرا گئی۔

"اوہ!" انہوں نے سن کر افسوس کا اظہار کیا۔

اس سے پہلے وہ مزید کچھ کہتیں' گاڑی کا ہارن بجا تھا۔ ان دونوں نے مڑ کر گاڑی کی طرف دیکھا۔ وہ لڑکا' جو کچھ دیر پہلے اس پر چلا رہا تھا اب غصے سے ہارن دے رہا تھا۔ سامنے کھڑی عورت نے جلدی سے اپنے کندھے سے لٹکے بیگ کی زپ کھولی اور اس میں ہزار' ہزار کے نوٹ نکالے اور گن کر اس کی طرف بڑھائے۔ اب حیران ہونے کی باری نمو کی تھی۔ اس کے ہاتھ بڑے بے ساختہ انداز میں پیچھے کی طرف گھومے تھے۔

"رکھ لو بیٹا! تمہارے پاس جب ہوں مجھے واپس کر دینا۔"

"لیکن آنٹی! میں یہ کیسے لے سکتی ہوں۔ آپ مجھے جانتی نہیں اور نہ میں۔" وہ اتنی مہربانی پر بوکھلا کر رہ گئی تھی۔

"میں جانتی ہوں تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ یہ میرا نمبر ہے' جب دل چاہے واپس کر دینا۔"

زبردستی نوٹ اس کے ہاتھ میں تھما کر اس کا گال تھپتھپا کر گاڑی میں بیٹھ گئیں۔ وہ وہیں پتھر بنی کھڑی رہ گئی۔ ہوش تب آیا' جب گاڑی زن سے اس کے قریب سے گزر گئی۔

☼ ☼ ☼

رمشا غصے سے اسے گھور رہی تھی اور وہ نظریں چراتے ہوئے کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف دیکھ رہی تھی۔

"تم اس وقت ہوش میں تو تھیں۔۔۔؟ کسی بھی راہ چلتے نے اگر تمہیں پیسے پکڑا دیے اور تم نے پکڑ لیے۔ فقیرنی ہو تم؟" رمشا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کے منہ پر تھپڑ لگا دے۔

"نہیں کیا کرتی رمشا! مجھے اس وقت کچھ سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا۔ وہ پانچ ہزار روپے مجھے عرفان بھائی نے دیے تھے۔ اگر میں جاکر کہتی کہ مجھ سے گم ہو گئے ہیں تو تمہیں کیا لگتا ہے' وہ میرا یقین کرتے؟ الٹا انہوں نے میرے ساتھ ساتھ سعدیہ باجی کی بھی بے عزتی کر دی تھی۔"

"وہ سب تو ٹھیک ہے' پر تم مجھے یہ بتاؤ۔ تم نے جو کیا' وہ ٹھیک ہے۔ آج کل کوئی زمانہ ہے کسی پر یقین کرنے کا۔ اف! مجھے تو یہ سوچ کر شرمندگی ہو رہی ہے کہ تم نے ایک غیر عورت کو اپنی دکھی داستان سنا کر پیسے لیے۔ یہ بات میں امی کو بتاؤں تو ابھی تمہیں دس جوتیاں لگا کر ایک گنیں گی۔" نمو نے برا سا منہ بنایا۔

"تمہیں یہ سب اس لیے نہیں بتایا کہ تم لیکچر دینا شروع کر دو۔" وہ گود میں رکھا کشن قالین پر پٹخ کر باہر نکل گئی۔ جبکہ رمشا نے بے اختیار اپنا ماتھا پیٹ ڈالا۔

☼ ☼ ☼

چوتھی دفعہ جب اس نے ریسیور واپس کریڈل پر رکھا تو رمشا کا ضبط جواب دے گیا۔

"تمہیں آخر تکلیف کیا ہے نمو! یہ چوتھی دفعہ ہے' جب تم نے آدھا نمبر ملا کر فون بند کر دیا ہے۔"

نمو نے بے بسی سے اس کی شکل دیکھی۔ "میری سمجھ میں نہیں آرہا کیا بات کروں۔ مجھے تو ان کا نام بھی نہیں پتا۔" رمشا نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔

"کبھی کبھی مجھے تم پر ترس آتا ہے نمو! کیا بنے گا تمہارا۔ امی صحیح کہتی ہیں۔ سسرال میں خوب نام روشن کرو گی ہمارا۔"

"تم پھر شروع ہو گئیں۔ لیکچر دینا' باتیں کرنا آسان ہے' تم کر لو بات۔"

"کیوں میں کیوں کروں' میں نے لیے تھے پیسے؟" رمشا چمک کر بولی۔

"رمشا! ایسا کرتی ہوں' پیسے واپس ہی نہیں کرتی۔ انہیں کیا پتا میں کون ہوں' میرے پانچ ہزار بھی بچ جائیں گے۔" اس نے بچوں کی طرح تالی بجا کر کہا تو رمشا نے افسوس سے سر ہلایا۔

"اللہ تعالیٰ کو جواب نہیں دینا تم نے۔" یہاں آکر نمو ڈھیلی پڑ گئی۔ اس نے پہلے آنکھیں بند کر کے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھا اور پھر پورا نمبر ڈائل کر کے ریسیور کان سے لگا لیا۔ تین بیلز ہو چکی تھیں اور ہر بیل کے ساتھ اس کی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی تھی۔ پانچویں بیل پر فون اٹھا لیا گیا۔ بھاری مردانہ آواز سن کر آواز اس کے حلق میں پھنس کر رہ گئی۔

"کون ہے بھئی' بول بھی دو۔" مسلسل ہیلو کرنے پر اب وہ شخص جھنجلا کر بولا تھا۔ ہلکا سا کھنکارنے کے بعد اس نے سلام کیا تھا اور جواب سنے بغیر سوال کر ڈالا تھا۔

"میں آنٹی سے بات کر سکتی ہوں۔" دوسری طرف ایک پل کے لیے خاموشی چھا گئی تھی۔

"ایکچوئیلی مجھے ان کا نام نہیں معلوم۔"

"دیکھیں! جب آپ کو پتا ہی نہیں کہ آپ کو کس سے بات کرنی ہے تو میں کس سے بات کرواؤں۔ آپ کو تو شاید یہ بھی نہیں پتا کہ سسٹر نے فون کس کو کیا ہے آپ نے؟" اب کے نمو نے گھبرا کر رمشا کو دیکھا جو پتا نہیں اسے اشارے سے کیا سمجھا رہی تھی۔

"دیکھیں۔"

"عجیب باتیں کر رہی ہیں آپ۔ اب فون میں سے کیسے دیکھوں آپ کو؟"

"جی۔" اب کے نمو جھنجلا کر بولی۔ "میرا مطلب ہے' آپ آنٹی سے کہیں کہ میرا فون ہے۔"

"میرا کون؟"

"اف!" نمو کی مٹھیاں بھینچ گئی تھیں۔

"میں نے آنٹی سے پانچ ہزار لیے تھے۔ وہ انہیں واپس کرنے ہیں۔ آپ میری ان سے بات کروائیں۔" اس نے جلدی سے بات مکمل کی۔ مبادا وہ پھر کوئی بات پکڑ کر نہ بیٹھ جائے۔ دوسری طرف سے جواباً اتنا بلند قہقہہ سنائی دیا تھا کہ اسے ریسیور کان سے ہٹانا پڑا۔

"اوہ اچھا تو آپ وہ ہیں۔" اس نے وہ پر اچھا خاصا زور دیا تھا' جبکہ نمو بھی سمجھ گئی کہ وہ کون ہے۔

"آپ ذرا آنٹی کو بلا دیں۔ پلیز!" اب کے وہ ذرا غصے سے بولی تو دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ کچھ دیر بعد جو آواز اسے سنائی دی' وہ تین دن گزرنے کے بعد بھی اسے پہچان گئی تھی۔

"السلام علیکم آنٹی! میں بول رہی ہوں' وہ اس دن اسپتال کے باہر آپ سے ملی تھی۔ آپ نے مجھے پانچ ہزار دیے تھے۔"
"وعلیکم السلام بیٹا! میں نے پہچان لیا آپ کو۔ کیسی ہیں آپ؟"
"میں ٹھیک ہوں آنٹی! مجھے آپ کے پیسے واپس کرنے ہیں۔ پلیز آپ مجھے اپنے گھر کا ایڈریس بتا دیں۔ میں آپ کو بھجوا دوں گی۔" دوسری طرف سے اسے ان کی ہنسی سنائی دی تھی۔
"آپ نے اس لیے فون کیا ہے؟"
"جی!" نمرو کچھ نروس ہو کر بولی۔
"میں آپ سے پیسے لوں گی' لیکن ایک شرط ہے۔"
"جی؟" شرط کا سن کر اس نے گھبرا کر رمشا کو دیکھا۔
"پیسے دینے آپ کو خود آنا ہوگا۔"
"لیکن آنٹی!" وہ پریشانی سے بولی۔ اس کی پریشانی شاید وہ بھی بھانپ گئی تھیں۔
"بیٹا! آپ ٹینشن نہ لیں۔ میں صرف آپ سے ملنا چاہتی تھی۔ اگر آپ نہیں آنا چاہتیں تو کوئی بات نہیں۔"
"نہیں آنٹی! ایسی بات نہیں آپ مجھے ایڈریس بتائیں' میں آجاتی ہوں۔" اور غور سے سنتی رمشا نے اپنا سر پیٹ لیا۔
اس کے ریسیور رکھتے ہی وہ غصے سے اسے گھورنے لگی۔ "اب تم ان کے گھر جاؤ گی۔"
"تو کیا کروں۔ وہ کہہ رہی ہیں گھر آؤ۔"
"او میرے خدا! کیا کروں میں تمہارا..... نمرو! انہوں نے کہا اور تم چل دو گی' پتا نہیں وہ کون ہیں۔ کیا مقصد ہے ان کا تمہیں بلانے میں۔ آج کل کوئی سو روپے کسی کو ادھار نہیں دیتا اور انہوں نے تمہیں جانے پہچانے بغیر پانچ ہزار دے دیے اور اب گھر بلا رہی ہیں۔ تمہیں پتا ہے نا آج کل کتنا فراڈ ہو رہا ہے۔"
"رمشا! وہ ایسی نہیں لگتیں۔" نمرو مری ہوئی آواز میں بولی۔
"کسی کی بھی شکل سے تم اندازہ نہیں کر سکتیں کہ وہ کیا ہے۔" کہہ کر رمشا کھڑی ہو گئی تھی۔
"رمشا پلیز! اب میں نے کہہ دیا ہے۔ تم میرے ساتھ چلو۔ ہم گیٹ پر پیسے پکڑا کر آجائیں گے۔" رمشا غصے سے پلٹی۔
"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا نمرو! ایڈریس انہوں نے تمہیں بتا دیا۔ منی آرڈر کر دو۔ میں نہیں جانے والی اور اگر تم نے مزید بکواس کی تو میں امی کو بتا دوں گی۔" رمشا غصے سے بولتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

پانچویں گھر کا دروازہ بھی جب ان پر بند ہوا تو اس نے ڈرتے ڈرتے رمشا پر نظر ڈالی۔ جس کا چہرہ غصے کے مارے لال ہو رہا تھا۔
"رمشا!" اس نے بے چارگی سے اسے پکارا۔
"شٹ اپ! غلطی میری ہے جو تمہارے آنسوؤں کو دیکھ کر جذباتی ہو گئی اور اس پاگل پن میں تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو گئی۔ اب پچھلے ایک گھنٹے سے خوار ہو رہے ہیں۔ اوپر سے نام تک نہیں پوچھا تم نے۔"
وہ پہلے ہی پریشان ہو رہی تھی اوپر سے رمشا کا غصہ۔ اس نے ایک دم رونا شروع کر دیا۔
"خدا کے لیے نمرو! بند کرو یہ بچپنا۔ سڑک پر کھڑے ہو کر رونا شروع کر دیا ہے تم نے۔ ایک تو غلطی کرتی ہو اوپر سے روتی ہو۔ چلو! یہ آخری گیٹ ناک کر کے دیکھ لیتے ہیں' یہ نہ ہوا تو بس پھر گھر چلتے ہیں۔"
رمشا نے بیل دی تو نمرو نے آنکھیں بند کر لیں اور جتنی دعائیں اسے یاد تھیں' وہ سب پڑھ ڈالیں۔ گیٹ کھلنے پر اس نے تیزی سے آنکھیں کھولیں۔ عام حالات میں یہ چہرہ دیکھ کر اسے کوئی خوشی نہ ہوتی' لیکن اس وقت اس کا دل چاہ رہا تھا' وہ خوشی کے مارے رمشا کے گلے لگ جائے۔ آنے والے نے پہلے سوالیہ

نظروں سے رمشا کو دیکھا۔ اس سے پہلے کہ وہ رمشا سے کچھ پوچھتا' اس کی دوسری نظر نمرو پر پڑی تھی۔ شناسائی کے علاوہ کوئی اور تاثر بھی تھا جو اس کے چہرے پر آیا تھا۔
"رمشا! یہ وہی ہے۔" نمرو نے ایک دم جذباتی ہو کر اس کا بازو دبوچا۔ اس کی اس جذباتی حرکت پر رمشا نے پوری آنکھیں کھول کر اسے گھورا تو نمرو نے شرمندہ ہو کر اس کا بازو چھوڑ دیا۔
"آنٹی سے ملنا ہے۔"
اسے یوں ہی گیٹ کے آگے دیوار کی طرح کھڑے دیکھ کر نمرو کو کہنا پڑا۔ اس کے پیچھے ہٹتے ہی وہ دونوں تیزی سے اندر داخل ہوئیں اور وہ آنٹی جیسے ان کے انتظار میں تھیں۔ اتنے تپاک سے ملیں۔ نمرو تو نمرو رمشا بھی اپنے دیے ہوئے بیانات کو یاد کر کے شرمندہ ہو گئی۔
ان کے بہت منع کرنے کے باوجود انہوں نے چائے پر اچھا خاصا اہتمام کر لیا تھا۔ نمرو نے ایک ناراض نظر رمشا پر ڈالی جو پچھلے آدھے گھنٹے سے نہ صرف باتیں کر رہی تھی بلکہ قہقہے لگا رہی تھی۔
"آنٹی! یہ اتنی بے وقوف ہے' آپ سے اتنی بڑی مدد لے لی مگر آپ کا نام تک نہ پوچھا۔ بس پیسے تھام لیے اور اس دن فون کیا تو بھی آپ کا نام نہیں پوچھا۔ اس کی اس طرح کی بے وقوفیوں کی وجہ سے امی بھی پریشان رہتی ہیں۔ وہ تو اس کی قسمت اچھی ہے کہ آپ اچھی ہیں ورنہ اگر کوئی برے لوگ مل جاتے تو۔" رمشا کے سیاسی بیان پر نمرو نے دانت پیس کر اسے گھورا۔
"نہیں بیٹا! نمرو بے وقوف نہیں معصوم ہے۔ اس کی یہی بات تو مجھے اچھی لگی تھی۔ آج کل کے دور میں اتنی سادگی کہاں دیکھنے کو ملتی ہے۔"
اپنی اتنی تعریف پر نمرو بے اختیار خوش ہو گئی تھی۔ یہ پہلی بار تھا جب کوئی اسے سمجھا تھا۔ اس کی معصومیت کو بے وقوفی کا نام نہیں دیا گیا تھا۔
"اور بیٹا! آج کل جیسا دور جا رہا ہے وہاں کسی کی اچھی نیت کو بھی مشکوک نظروں سے ہی دیکھا جاتا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں اپنے بیٹے سے یہی بات کر رہی تھی۔ وہ بھی یہی کہہ رہا تھا کہ میں آپ پر اور اس لڑکی پر حیران ہوں۔ اس نے کیسے بلا جھجک آپ کو اپنی پرابلم بتا دی اور آپ نے کیسے بے دھڑک اس کی مدد کر دی اور اگر وہ آپ کے پیسے لوٹانے واپس نہ آئی تو۔ میں نے اس سے کہا۔ مجھے پورا یقین ہے' میرا دل کسی کو پہچاننے میں دھوکا نہیں کھا سکتا اور دیکھ لو نمرو میرے سامنے ہے۔"
انہوں نے بڑے پیار سے نمرو کو دیکھا تو وہ نروس ہو کر رمشا کو دیکھنے لگی۔ رمشا بھی اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔
"آنٹی آپ گھر میں اکیلی ہوتی ہیں؟" رمشا نے خاموشی محسوس کر کے سوال کیا۔
"ہاں!" انہوں نے گہری سانس لی۔ "میں اور بس میرا بیٹا معیز۔"
"اور آپ کے شوہر؟" اب کے نمرو نے پوچھا۔
"معیز پندرہ سال کا تھا جب ان کی ڈیتھ ہو گئی۔" ان کے لہجے میں افسردگی محسوس کر کے رمشا نے بات بدل دی۔
"اچھا آنٹی! اب ہمیں اجازت دیں۔"
"بیٹا تھوڑی دیر اور بیٹھتیں۔ اچھا لگ رہا تھا تم لوگوں کی وجہ سے۔"
"آنٹی! اچھا تو ہمیں بھی لگا آپ سے مل کر' لیکن امی کو ہم بازار کا کہہ کر آئے ہیں اور اب شام ہونے والی ہے۔"
"کوئی بات نہیں' میں تم لوگوں کو چھوڑ آتی ہوں۔ اسی بہانے تمہارا گھر بھی دیکھ لوں گی۔" انہوں نے مسکرا کر دونوں کے چہرے دیکھے۔
"معیز!" انہوں نے اپنے بیٹے کو آواز دی۔
سارا راستہ رمشا اور آنٹی باتیں کرتے رہے جبکہ وہ یہی سوچ کر ہولتی رہی۔ "اگر امی کو پتا چل گیا کہ وہ کسی غیر کے ساتھ اس کی گاڑی میں آئے ہیں تو کیا حشر ہوگا اور اگر بھابھی نے دیکھ لیا تو۔" اس نے بے ساختہ

جھرجھری لے کر سامنے دیکھا تو نظریں مرر پر جا پڑیں جہاں دو آنکھیں اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ اس نے سٹپٹا کر پورا چہرہ کھڑکی کی طرف موڑ لیا۔

کار ان کے گھر کے دروازے کے آگے رکی۔ وہ دونوں اترنے لگی تھیں۔ جب انہوں نے آنٹی کی آواز سنی۔

"بیٹا! آپ نے ابھی بھی میرا نام نہیں پوچھا۔" ان کی آواز میں شرارت تھی۔ نمو تو شرمندہ ہو گئی تھی، جبکہ رمشا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"آنٹی! آپ کا نام؟" اب کے وہ شرارت سے بولی۔

"قدسیہ اشتیاق نام ہے میرا۔" رمشا الوداعی کلمات کے ساتھ شکریہ ادا کرنے لگی تو اس نے دزدیدہ نظروں سے ڈرائیونگ سیٹ کی طرف دیکھا۔ وہاں بڑے اطمینان سے اس کا جائزہ لیا جا رہا تھا۔ وہ گھبرا کر کوئی بات کیے بغیر اندر کی طرف بھاگی۔ کچھ دیر بعد رمشا تیزی سے اس کے پیچھے آئی۔

"نمو! تم عقل کے ساتھ لگتا ہے تمیز بھی بیچ کر کھا گئی ہو۔ اخلاق نام کی بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ وہ ہمیں چھوڑنے گھر تک آئیں اور تم نے شکریہ تک ادا نہیں کیا۔"

"تم تو رہنے دو۔" نمو نے غصے سے اسے دیکھا۔ "یہاں تم نے مجھے کتنے لیکچر دیے تھے اور وہاں خود کیسے ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھیں۔"

"تو برا کیا کیا۔ کتنی اچھی آنٹی تھیں۔"

"جب میں نے کہا تھا، تب تو تم نے کچھ اور کہا تھا۔"

رمشا نظریں چُراتے ہوئے بولی۔ "تب میں ان سے ملی نہیں تھی۔"

"اچھا! تو سب عقل مند ہیں یہاں میں ہی بے وقوف ہوں۔ میں نے جب کہا وہ اچھی ہیں، تب کیا تھا؟"

"اچھا بابا معاف کرو مجھے، میرا بحث کا موڈ نہیں۔" کہہ کر وہ اندر کی طرف بڑھ گئی۔ جبکہ نمو کتنی دیر تک غصے میں وہیں کھڑی رہی۔

☼ ☼ ☼

کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کی پہلی نظر روتی ہوئی رخسانہ پر پڑی۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"کیا ہوا رخسانہ؟" اس کے پوچھنے کی دیر تھی۔ اس کے رونے کی رفتار میں مزید اضافہ ہو گیا۔

"رخسانہ! آخر ہوا کیا ہے، کچھ پتا بھی تو چلے۔" وہ کچھ جھنجلا کر زور سے بولا۔

"وسیم! آپ مجھے بتائیں کیا حیثیت ہے میری اس گھر میں۔ ایک سال ہونے کو آیا ہے ہماری شادی کو لیکن ابھی تک اس گھر میں میری حیثیت نوکرانی سے زیادہ نہیں۔ اگر میں آپ کی امی کی پسند نہیں تو میرا قصور ہے۔ اگر آپ نے اپنی مرضی سے مجھ سے شادی کی ہے تو کیا یہ میری غلطی ہے۔ پسند کی شادی کرنا اتنا بڑا جرم ہے۔ مجھے پتا ہوتا تو کبھی آپ سے شادی نہ کرتی۔"

وسیم کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

"کسی نے تمہیں کچھ کہا ہے؟"

"چھوڑیں!" رخسانہ نے منہ موڑ لیا تھا۔ وسیم نے زبردستی اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

"رخسانہ! بتاؤ کس نے کہا ہے؟"

"وسیم! میں سب کو خوش رکھنے کی کوشش کرتی ہوں، لیکن آپ کی امی اور بہنیں ہر وقت مجھ سے ناراض رہتی ہیں۔ میں باہر جاؤں تو سب اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلے جاتے ہیں۔ کمرے میں رہوں تو آپ کو اعتراض ہوتا ہے۔"

"امی نے کچھ کہا ہے؟" وسیم کے پوچھنے پر وہ سر جھکا کر اپنے ہاتھوں کی انگلیاں موڑنے لگی۔

"کیا کہا ہے انہوں نے؟ رخسانہ! میں کچھ پوچھ رہا ہوں۔" اسے خاموش دیکھ کر وہ غصے سے بولا۔

"آپ کو پتا ہے نا، صبح سے میری طبیعت خراب ہے۔ امی کو بھی بتایا ہے میں نے، لیکن یہاں تو کسی کو میری پروا ہی نہیں۔ پتا نہیں کس کی دعوت کرنی ہے،

صبح سے اس کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اسی لیے میں نے زوار کو فون کیا کہ آ کر مجھے ڈاکٹر کے پاس لے جائے۔ امی کو بتانے گئی کہ میں زوار کے ساتھ امی کی طرف جا رہی ہوں تو منع کر دیا انہوں نے۔"

آخر میں پھر وہ رونے لگی تو وسیم تیزی سے کھڑا ہوا اور اسی تیزی سے باہر نکل گیا۔ اس کے باہر نکلتے ہی رخسانہ نے مسکراتے ہوئے آنسو صاف کیے اور پاس پڑا موبائل اٹھا کر زوار کا نمبر ڈائل کیا۔

"ہیلو زوار! میں نے یہ کہنے کے لیے فون کیا تھا تم مت آنا۔ میں خود وسیم کے ساتھ آ رہی ہوں۔"

"خیریت!" دوسری طرف سے اس نے پوچھا۔

"خیریت ہی ہے۔ مل کے بتاؤں گی۔" اس نے مسکرا کر فون بند کر دیا۔

زوردار آواز کے ساتھ دروازہ کھلا تو ٹی وی دیکھتی نمو اور زاہدہ کی ٹانگیں دباتی رمشا نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا، جہاں غصے سے بھرا وسیم کھڑا تھا۔

"جب آپ جانتی تھیں کہ رخسانہ کی طبیعت ٹھیک نہیں تو پھر کیوں اسے آپ نے کچن میں جا کر کام کرنے کو کہا اور کیوں اسے اس کی امی کے گھر جانے سے منع کیا؟"

"میں نے کبھی اسے کوئی کام کرنے کو نہیں کہا۔ آج مجبوری تھی تو صرف کباب فرائی کرنے کو کہا تھا۔"

"ایسی کیا مجبوری تھی، گھر میں نمو اور رمشا موجود ہیں۔ کرتی کیا ہیں سارا دن۔ ان سے کہتیں آپ۔ وہی نوکرانی نظر آئی ہے آپ کو۔"

"سارے کام نمو اور رمشا ہی کرتی ہیں۔ ابھی بھی سارا کام نمو کر کے آئی ہے۔ رمشا نے ابھی سارے گھر کے کپڑے دھوئے ہیں۔ جس میں تمہارے اور تمہاری بیوی کے کپڑے بھی شامل ہیں اور رخسانہ کو اس لیے میکے جانے سے روکا تھا کہ کچھ لوگ رمشا کو دیکھنے آ رہے تھے۔ وہ جاتی تو تمہارا جانا لازمی تھا۔ تم اس گھر کے اکلوتے مرد ہو اور بدقسمتی سے ان بچیوں کا باپ بھی نہیں۔ اس لیے مجبوراً تمہیں کہنا پڑتا ہے۔ تم دونوں موجود نہیں ہوتے تو لوگ طرح طرح کے سوال کرتے ہیں۔"

ان کی مکمل گفتگو پر کچھ لمحوں کے لیے وہ خاموش رہ گیا۔ گلا کھنکھار کر بولا۔

"بہرحال رخسانہ کو کام کاج نہ کہا کریں۔ اس نے پہلے بھی مجھ سے کافی دفعہ شکوہ کیا ہے۔ میں ہی اگنور کر دیتا تھا۔ لیکن بار بار اگنور نہیں کر سکتا۔"

مڑ کر اس نے ایک نظر دونوں بہنوں پر ڈالی اور باہر نکل گیا۔

اس کے باہر نکلتے ہی نمو تیزی سے ماں کی طرف بڑھی اور انہیں بازو کے گھیرے میں لے کر ان کے آنسو صاف کیے لیکن ان کے آنسوؤں میں مزید روانی آ گئی تھی۔ رمشا کے ماتھے کی شکنیں مزید گہری ہو گئی تھیں۔

"آپ کو صاف صاف بھائی کو سب بتانا چاہیے تھا۔ وہ بھائی کے کان بھرتی ہے اور وہ آپ پر چیختے چلاتے ہیں۔ کون سا پہاڑ توڑنے کو کہہ دیا تھا اس مہارانی کو۔ سارا دن وہ کرتی کیا ہے۔"

اس کی آواز غصے کے مارے بلند ہوتی جا رہی تھی۔ زاہدہ نے گھبرا کر اسے دیکھا۔

"خدا کے لیے رمشا! چپ کر جاؤ۔ کیوں مزید تماشا بنواؤ گی۔ تم جاؤ تیار ہو جاؤ۔ وہ لوگ آنے والے ہوں گے۔"

"مجھے نہیں ہونا تیار اور نہ ہی مجھے کسی سے ملنا ہے۔" وہ غصے سے کہتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی تو زاہدہ نے آنسو صاف کرتے ہوئے نمو کو دیکھا۔

"بیٹا! تم جاؤ اسے سمجھاؤ۔ یہ تو روز کا مسئلہ ہے۔"

"امی! آپ پریشان نہ ہوں میں اسے سمجھاتی ہوں۔"

وہ انہیں دلاسا دے کر باہر نکل آئی۔ کمرے میں داخل ہوئی تو رمشا بیڈ پر دونوں ہاتھوں میں سر ڈالے بیٹھی تھی۔ وہ ہونٹ چباتے ہوئے اس کے قریب بیٹھ

گئی۔اس سے پہلے وہ کچھ کہتی رُمشا نے سر گھما کر اسے دیکھا۔

"دیکھو! اگر تم مجھے کوئی نصیحت کرنے یا سمجھانے آئی ہو تو بے کار ہے۔"

"رُمشا پلیز! تم کسی کا غصہ خود پر کیوں نکال رہی ہو۔" رُمشا جھنجلا کے کھڑی ہوئی۔

"حد ہوتی ہے کسی چیز کی۔جب سے وہ عورت ہمارے گھر آئی ہے۔ سکون برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ کبھی وسیم بھائی نے جواب دیا تھا امی کو۔اب دیکھو! اس نے کتنا بد گمان کر دیا ہے وسیم بھائی کو ہم سب سے۔مجھے تو اس کی پرابلم سمجھ میں نہیں آئی۔ کبھی ہم نے اس سے روایتی نندوں والا سلوک کیا؟" وہ نمو سے سوال کر رہی تھی۔

نمو اسے کیا جواب دیتی' وہ خود اس کی سب باتوں سے اتفاق کرتی تھی۔ لیکن اب اس کی حمایت کرنا اس کے غصے کو مزید بڑھاوا دینا تھا۔

"پلیز رمشا! تم اب اپنا موڈ خراب نہ کرو۔ تم جانتی ہو بھابھی یہ سب ہمیں تنگ کرنے کے لیے کرتی ہیں۔ تم اس طرح کرو گی تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گی اور امی پریشان ہوں گی۔امی کی خاطر پلیز اپنا موڈ ٹھیک کر لو۔"

رمشا کچھ دیر خاموشی سے کارپٹ کو گھورتی رہی جیسے ضبط کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"رمشا!" نمو نے اس کے ہاتھ تھام کر ملتجی انداز میں اسے پکارا تو وہ گہرا سانس لے کر مسکرا دی۔

"تھینک یو۔اب تیار ہو جاؤ۔میں کچن میں جا رہی ہوں۔" وہ مسکرا کر کہتی ہوئی باہر نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

سارا کارنامہ سنانے کے بعد رخسانہ نے داد طلب نظروں سے دیکھا لیکن زوار کی آنکھوں میں غصہ تھا۔

"کیا ہوا' تمہیں اچھا نہیں لگا۔"

"نہیں بالکل نہیں۔" زوار قطعیت سے بولا۔ "اس بلاوجہ کے معرکہ کی کوئی تک نہیں بنتی تھی۔ گھر والوں کے ساتھ بگاڑ کر نہ صرف تم اپنی ریپوٹیشن مزید خراب کر رہی ہو بلکہ میری پوزیشن بھی کمزور کر رہی ہو۔"

رخسانہ نے برا سا منہ بنایا۔ "اب تمہارا الو سیدھا کرنے کے لیے میں اپنا بنا بنایا کام نہیں بگاڑ سکتی۔ مجھے ان لوگوں سے بنا کر رکھنے کی ضرورت نہیں میرا مطلب وسیم ہے اور وہ میرے قابو میں ہے۔ بس جو تھوڑی بہت اسے اپنے گھر والوں کے لیے ہمدردی ہے۔وہ ختم ہو جائے تو میرا مقصد پورا۔ میرا ایک الگ گھر ہو گا۔ جہاں میں آزادی سے اپنی مرضی سے رہوں گی۔"

وہ چھت کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"تو تمہیں وہاں کیا تکلیف ہے' اب بھی تمہیں مکمل آزادی ہے۔ وہ تین بے چاری عورتیں تمہیں کیا تکلیف دیتی ہیں۔" رخسانہ نے کھا جانے والی نظروں سے اپنے بھائی کو دیکھا۔

"میں دیکھ رہی ہوں زوار! دن بہ دن اس چڑیل کا جادو زیادہ ہی تمہارے سر پر چڑھ کر بولنے لگا ہے۔ اپنی بہن کی خوشی تمہیں نظر نہیں آ رہی اور ان بے چاروں کی بے چارگی بڑی محسوس ہو رہی ہے۔"

رخسانہ کے جلے ہوئے انداز پر وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

"اب چڑیل تو نہ کہو اسے' اتنی معصوم اور خوب صورت ہے۔" وہ مسکرا کر بولا۔

رخسانہ نے ناگواری سے اسے دیکھا۔ "ایک بات کہوں تم سے؟" رخسانہ نے بغور زوار کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں کہو۔" وہ اسی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"تم یہ نمو کا قصہ ختم کیوں نہیں کر دیتے۔دنیا میں خوب صورت لڑکیوں کی کمی تھوڑا ہی ہے۔ اس سے زیادہ خوب صورت' حسین لڑکیاں تمہیں مل جائیں گی۔بلکہ کئی ایک کو تو میں بھی جانتی ہوں۔"

اس کی مسکراہٹ بڑی تیزی سے غائب ہوئی تھی۔ "آج تم نے یہ بات کہہ دی ہے۔ آئندہ مت

کہنا۔ نمو نہیں تو کوئی نہیں۔ میرے لیے ساری خوب صورتی بس اس کی ذات میں ہے اور کوئی چاہے کتنا ہی حسین کیوں نہ ہو۔ میرے لیے اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ تم کچھ نہیں کر سکتیں تو صاف بولو میں خود ہی کچھ نہ کچھ کر لوں گا۔" اس کی ناراضی دیکھ کر وہ کچھ گھبرا گئی تھی۔

"ارے ناراض تو نہ ہو' میں نے بس ایسے ہی ایک بات کی تھی۔ میں وسیم سے بات کروں گی۔"

"ہوں۔ میں کچھ دنوں کے لیے دبئی جا رہا ہوں' میرے آنے تک بات کر لینا۔"

وہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ رخسانہ نے غصے سے پاس پڑا کشن اٹھا کر دیوار پر دے مارا۔

☆ ☆ ☆

کباب تلنے کے لیے اس نے فرائنگ پین میں تیل ڈالا' جب ڈور بیل بجی تھی۔اس نے ایک نظر گرم ہوتے تیل کو دیکھا اور چولہا ہلکا کر کے باہر کی طرف دوڑ لگائی۔وہ متوقع مہمانوں کی منتظر تھی لیکن دروازے کھلتے ہی سعدیہ اور نبیل کی شکل دیکھ کر وہیں رک گئی۔

"ارے بھئی' اندر تو آنے دو۔" گیٹ یونہی دروازے کے سامنے کھڑے دیکھ کر سعدیہ نے ٹوکا تو وہ کھسیا کر پیچھے ہٹی۔ ننھے حمزہ کو اس نے سعدیہ کی گود سے لے لیا تھا۔

"امی کہاں ہیں؟" خالی لاؤنج دیکھ کر سعدیہ نے پوچھا۔

"اپنے کمرے میں ہیں۔" وہ حمزہ کو پیار کرتے ہوئے بولی۔

"یہ جلنے کی بو کہاں سے آ رہی ہے؟" نبیل کے پوچھنے پر اس نے حمزہ کو نبیل کی گود میں تھمایا اور کچن کی طرف بھاگی۔ فرائنگ پین میں پڑا تیل خشک ہو چکا تھا جبکہ فرائنگ پین جل کر سیاہ ہو چکا تھا۔

"کیا ہوا کچھ جل گیا؟" وہ سنک میں فرائنگ پین رکھ رہی تھی' جب اس نے نبیل کی آواز سنی۔

"نہیں۔بس تیل جلا ہے۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

"ہوں!" نبیل نے نظریں گھما کر کچن کا جائزہ لیا۔ "کافی اہتمام کیا ہے تم نے کوئی خاص مہمان آ رہے ہیں؟" نمو نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"جی بالکل صحیح پہچانا آپ نے۔ مہمان آ رہے ہیں اور وہ بھی خاص الخاص مہمان۔"

"اچھا! اب کے نبیل بھی مسکرایا۔ایسے کون سے خاص مہمان ہیں؟"

"رمشا کو دیکھنے کچھ لوگ آ رہے ہیں۔"

وہ حلوے کے لیے بادام کٹ رہی تھی۔اس نے نہیں دیکھا کہ نبیل کے ہونٹوں کی مسکراہٹ غائب ہو گئی ہے۔ مسلسل خاموشی پر نمو نے مڑ کر نبیل کو دیکھا جو فرش کو دیکھتے ہوئے نہ جانے کس سوچ میں گم تھا۔ نمو کے زور سے پکارنے پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"نبیل بھائی! کچن میں کافی دھواں ہے۔ آپ اسے باہر لاؤنج میں لے جائیں۔میں آپ کے لیے چائے اور کباب تل کر لاتی ہوں۔ کھا کر بتائیے گا میں نے بنائے ہیں۔"

نبیل نے کوئی جواب نہیں دیا۔بس خاموشی سے کچن سے باہر نکل گیا۔اس نے رمشا کو لاؤنج میں داخل ہوتے دیکھا۔وہ کھلے بالوں کو کیچو میں جکڑتی ہوئی اپنے دھیان میں آ رہی تھی۔ اس کے بہت قریب پہنچ کر اس نے نظریں اٹھائیں۔ اسے اتنے قریب دیکھ کر وہ بے ساختہ انداز میں رکی اور اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی ٹھٹک بھی گئی۔ کچھ تھا اس کے چہرے پر جو وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔اس نے حمزہ کو اس کی طرف بڑھایا۔

"بھابھی کو بتا دینا' میں جا رہا ہوں' ظرافت بھائی کو فون کر دیں۔میں انہیں لینے نہیں آ سکتا۔"

یہ کہہ کر وہ رکا نہیں تھا جبکہ رمشا کتنی دیر تک اس طرف دیکھتی رہی جہاں سے وہ گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ حمزہ کے لیے دودھ گرم کر رہی تھی' جب آہٹ پر

اس نے مڑ کر دیکھا۔ دروازے میں نبیل کھڑا تھا۔ اس نے کچھ حیران ہو کر نبیل کو دیکھا۔
"کچھ چاہیے تھا نبیل؟"
"نہیں، بس ایسے ہی پانی پینے آیا تھا۔" کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ بولا تو وہ سر ہلا کر فریج میں دودھ ڈالنے لگی۔ وہ کچن سے باہر نکلنے لگی جب نبیل کی پکار پر رک گئی۔
"بھابھی! میں آپ سے بات کرنے آیا تھا۔" سعدیہ رک گئی اور پریشانی سے اسے دیکھنے لگی۔
"بھابھی! میں گھما پھرا کر بات نہیں کروں گا۔ میں رمشا سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں آپ میرا پرپوزل لے کر وہاں جائیں۔"
نبیل کی بات اس کے لیے اتنی غیر متوقع تھی کہ الفاظ کہیں گم ہو کر رہ گئے تھے۔
"میں نے کچھ غلط کہا؟" اسے یوں خاموش دیکھ کر وہ بولا تو وہ گڑبڑا کر جلدی سے بولی۔
"نہیں، مجھے کیا اعتراض ہوگا لیکن وہ آج۔۔۔" اس کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ دوبارہ بولا۔
"مجھے پتا ہے آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔ اسی لیے تو آپ سے کہہ رہا ہوں۔" سعدیہ کے چہرے پر اب پریشانی جھلکنے لگی تھی۔
"کیوں بھابھی! کیا میں آپ کو اپنی بہن کے قابل نہیں لگتا؟"
"نہیں نبیل! ایسی بات نہیں لیکن کیا امی، آپا، باجی سب مان جائیں گی؟" اس نے اپنی ساس اور نندوں کا حوالہ دیا۔ "وہ لوگ کبھی نہیں مانیں گے۔" سعدیہ نے جیسے اسے جتایا تھا۔
"وہ لوگ نہیں مانیں گے تو ان کی مرضی۔ میرے لیے جس کی مرضی اہم ہے وہ رمشا ہے کیونکہ زندگی میں نے اس کے ساتھ گزارنی ہے۔" اب کی بار سعدیہ کچھ نہیں بولی۔
"آپ اپنے گھر بات کریں۔ میں امید کرتا ہوں۔ جواب ہاں میں ہی ہوگا۔" وہ کہہ کر رکا نہیں تھا سعدیہ کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

☼ ☼ ☼

وہ چائے لے کر آئی تو رمشا حمزہ کو گود میں لیے کھڑی تھی جبکہ سعدیہ رمشا کو دیکھتے ہوئے گہری سوچ میں گم تھی۔ اس کے پیالی آگے بڑھانے پر بھی اس کی نظروں کے ارتکاز میں کوئی فرق نہ آیا تو نمو کو اسے پکارنا پڑا۔ اس نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر کپ تھام لیا۔
"کیا بات ہے باجی! آپ کچھ پریشان ہیں۔"
اس کے پوچھنے پر رمشا نے بھی حمزہ سے نظر ہٹا کر اس کا چہرہ دیکھا۔ ان دونوں کو متوجہ دیکھ کر سعدیہ نے خود کو وہ سب کہنے کے لیے تیار کیا جسے کہنے کے لیے وہ رات بھر جملے ترتیب دیتی رہی تھی اور اب پچھلے آدھے گھنٹے سے ہمت مجتمع کر رہی تھی۔
"دراصل میں امی سے ایک بات کرنے آئی تھی لیکن اس سے پہلے میں نے سوچا۔ میں تم سے بات کر لوں۔"
رمشا سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔
"کل نبیل میرے پاس آیا تھا۔ اس نے کہا وہ تم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"
غور سے سعدیہ کی بات سنتی نمو اپنی جگہ سے اچھل پڑی۔ اس نے مسکراتے ہوئے رمشا کی طرف دیکھا لیکن اس کے سپاٹ اور قدرے سخت تاثرات دیکھ کر اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔
"میں آج امی سے یہی بات کرنے آئی ہوں۔ سوچا تمہیں بھی بتا دوں۔"
"امی سے اس سلسلے میں کوئی بھی بات کرنے کی ضرورت نہیں۔" رمشا کے دو ٹوک انداز پر سعدیہ نے پریشانی سے اسے دیکھا۔
"کیوں؟"
"کیونکہ میں نبیل سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔"
"وہی تو پوچھ رہی ہوں، کیوں؟"
"یہ آپ پوچھ رہی ہیں آپا! کیا میں نہیں جانتی کہ سلوک ہوتا ہے وہاں آپ کے ساتھ۔ یا ظرافت

بھائی کی عادت مجھے نہیں پتا اور پھر نبیل۔ وہ بھی ان ہی کا بھائی ہے۔ اسی گھر کا حصہ جہاں میں کبھی ایڈجسٹ نہیں ہو سکتی۔"
"میں مانتی ہوں میرے ساتھ ان لوگوں کا سلوک اتنا اچھا نہیں رہا لیکن حمزہ کی پیدائش کے بعد ظرافت بہت بدل گئے ہیں اور جہاں تک نبیل کی بات ہے، وہ شروع سے بہت مختلف ہے۔ اپنے والد کے بعد ظرافت ہی گھر کے بڑے تھے۔ شادی کے بعد ان کی امی کو لگتا تھا کہ کہیں وہ بدل نہ جائیں، ان کی اور بہنوں کی حق تلفی نہ کرنے لگیں۔ ظرافت مجبور تھے لیکن نبیل! ذرا اور طرح کا ہے۔ اس نے خود تمہارا نام لیا ہے۔ صاف مطلب ہے، وہ تمہیں پسند کرتا ہے اور مجھے یقین ہے وہ تمہارا بہت خیال رکھے گا۔"
سعدیہ نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا اور دوبارہ بات شروع کی۔
"رمشا! اچھے رشتوں کا ملنا بہت مشکل ہے۔ نبیل گڈ لکنگ ہے۔ اچھی جاب پر ہے، دیکھا بھالا ہے اور سب سے بڑی بات تمہیں پسند کرتا ہے اور کیا چاہیے۔"
"آپا پلیز! میں نے آپ کو بتا دیا۔ آپ بھی مجھے فورس نہ کریں۔" وہ حمزہ کو سعدیہ کی گود میں دے کر مزید بات کا موقع دیے بغیر کمرے سے باہر نکل گئی۔
سعدیہ نے جن نظروں سے نمو کو دیکھا، وہ سمجھ گئی تھی کہ ایک بار پھر رمشا کو سمجھانے کی ذمہ داری اس کے کندھوں پر آ گئی ہے۔ اس نے گہرا سانس لے کر سعدیہ کے کندھے پر دلاسا دینے کے انداز میں ہاتھ رکھا اور جب کمرے میں آئی تو رمشا سر سے پیر تک چادر تانے سو رہی تھی یا نہیں لیکن اس کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ بات نہیں کرنا چاہتی۔ نمو گہرا سانس لے کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

☼ ☼ ☼

وہ درخت کے نیچے کھڑی وین کا انتظار کر رہی تھی۔ جب چند قدم کے فاصلے پر ایک کار آ کر رکی تھی۔ اس نے بالکل سرسری سی نظر سامنے ڈالی لیکن کار کا دروازہ کھول کر باہر نکلتے شخص کو دیکھ کر اس کی نظریں پلٹنا بھول گئیں۔ اگلے ہی پل وہ اس کے بالکل سامنے تھا۔ رمشا کو رتی بھر امید نہ تھی کہ وہ یہاں پہنچ جائے گا۔
"مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔" اس کے سنجیدہ انداز پر رمشا نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔
"بولیں۔"
"مجھے تم سے جو بات کرنی ہے وہ یوں راستے میں کھڑے ہو کر نہیں ہو سکتی۔" اس نے کالج کی آتی جاتی لڑکیوں کو دیکھ کر کہا۔ "زیادہ وقت نہیں لوں گا۔"
رمشا کو متذبذب دیکھ کر وہ بولا تو وہ سر جھکا کر گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ وہ بہت دیر تک سیدھی بیٹھی شیشے کے پار بھاگتی ٹریفک کو دیکھ رہی تھی۔ اسے نبیل کی خاموشی سے الجھن ہونے لگی تھی جو اسے بات کرنے کے لیے لایا تھا اور اب خاموش تھا۔ جب کافی وقت اسی خاموشی میں گزر گیا تو اس کی برداشت جواب دے گئی۔
"آپ نے کوئی بات کرنی تھی۔" رمشا نے چہرہ گھما کر جتاتے ہوئے انداز میں نبیل کو دیکھا۔
"تم نے مجھ سے شادی کرنے سے انکار کیوں کیا؟" نبیل نے سیدھا سوال کیا تھا۔ وہ بالکل حیران نہیں ہوئی تھی کیونکہ وہ اس سے اسی سوال کی توقع کر رہی تھی۔
"میرا خیال ہے اتنا تو مجھے حق ہے کہ میں اپنی شادی کے لیے ہاں یا ناں کہہ سکوں۔" گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تھی۔ اس نے چونک کر نبیل کی طرف دیکھا۔ جس کے چہرے کے تاثرات کافی سنجیدہ تھے اور وہ جو کافی مطمئن بیٹھی تھی، یکدم گھبرا گئی۔
"بے شک۔۔۔ لیکن میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ مجھے ریجیکٹ کیوں کیا؟" اس کے تند لہجے پر اس نے بے چینی سے اپنے ہاتھ مسلے۔
"میں نے آپ کو ریجیکٹ نہیں کیا۔ صرف اتنا کہا ہے کہ میں آپ سے شادی نہیں کر سکتی۔"
"وہی پوچھ رہا ہوں، کیوں؟"

"میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔ آپ پلیز مجھے گھر چھوڑ دیں۔"

"مجھے میرے سوال کا جواب چاہیے۔ اس کے بغیر تم نہیں جا سکتیں۔" اس کے دھمکی آمیز انداز پر اسے غصے کے ساتھ رونا بھی آنے لگا تھا۔

"آپ میرے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے۔"

"میں کوئی زبردستی نہیں کر رہا' صرف جواب مانگ رہا ہوں۔" رمشا نے کوئی جواب نہیں دیا تھا' چہرہ دوسری طرف موڑ لیا تھا۔

"کیا تم کسی کو پسند کرتی ہو؟" کچھ دیر بعد اس نے نبیل کی آواز سنی۔

"نہیں۔" وہ اسی طرح منہ موڑے بولی۔

"تو کیا تمہیں میں پسند نہیں؟" اب کی بار رمشا نے مڑ کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"جی مجھے آپ پسند نہیں۔ آپ کے گھر والے' گھر کا ماحول کچھ پسند نہیں۔ آپ کے گھر میں سعدیہ باجی کے ساتھ جو سلوک ہو رہا ہے اس کے بعد بھی آپ توقع رکھتے ہیں کہ میں اس گھر کا حصہ بنوں گی۔ جس طرح ظرافت بھائی اور آپ کی بہنیں مل کر باجی کو ٹارچر کرتی ہیں۔ آپ چاہتے ہیں میرے ساتھ بھی ویسا ہی ہو اور میں بھی احساس کمتری کا شکار ہو کر ذہنی مریض بن جاؤں۔"

"میں یہ نہیں کہوں گا جو تم نے کہا غلط ہے۔ بے شک ایسا ہی ہوتا ہو گا لیکن پہلے میں یہاں نہیں تھا۔ مجھے کینیڈا سے آئے چند ماہ ہوئے ہیں۔ جو ہوا میں اسے بدل تو نہیں سکتا لیکن یہ کہہ سکتا ہوں آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔"

"ہونہہ!" رمشا نے سر کو جھٹکا دیا۔ "یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔" اس کے کہنے پر وہ مسکرا دیا تھا۔

"خیر تم جو بھی کہو میں صرف اتنا جانتا ہوں میں تم سے محبت کرتا ہوں اور مجھے بس تم سے ہی شادی کرنی ہے۔"

اور رمشا نے اتنی حیرت سے نبیل کو دیکھا' جیسے اس کے سر پر سینگ نکل آئے ہوں۔ ابھی کچھ ماہ ہوئے تھے کہ وہ ملے تھے۔ ایک دوسرے کو ٹھیک سے جانتے بھی نہیں تھے اور اسے یاد نہیں پڑتا تھا کہ اس نے کبھی نبیل سے آرام سے مسکرا کر بات کی ہو۔ اس کے اتنے برے رویے کے باوجود وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ وہ حیران نہ ہوتی تو کیا کرتی۔

وہ کتنی دیر اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی' پھر خود ہی نظریں ہٹا لیں۔ صرف ایک جملے کے بعد اس کے پاس جیسے کہنے کو کچھ بچا ہی نہیں تھا۔ اس کی خاموشی پر نبیل نے مزید کوئی سوال نہیں کیا تھا یوں سارا راستہ خاموشی میں کٹا تھا۔

وہ گاڑی سے اترنے لگی تھی جب نبیل نے اسے پکارا تھا۔

"میں نہیں جانتا رمشا! تمہیں میری باتوں پر یقین ہے یا نہیں لیکن میری تم سے ایک ریکوئسٹ ہے تم ایک دفعہ نیوٹرل ہو کر میرے بارے میں سوچو۔"

رمشا نے کوئی جواب نہیں دیا تھا بس خاموشی سے کار سے اتر گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

"کیا ہوا۔ آج دیر ہو گئی۔" وہ منہ ہاتھ دھو کر واش روم سے باہر آئی تو نمو اسی کے انتظار میں بیٹھی تھی۔

"ہاں۔!" وہ مختصر سا جواب دے کر بیٹھ گئی اور ہاتھوں کی انگلیوں سے اپنی کنپٹیوں کو دبانے لگی۔

"طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟" نمو نے تشویش سے اسے دیکھا۔

"ہوں بس سر میں درد ہے۔"

"کھانا کھاؤ پھر چائے کے ساتھ ٹیبلٹ دیتی ہوں۔"

"تم رہنے دو میں لے لوں گی۔" نمو نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"کیا بات ہے رمشا! تم کچھ چھپا رہی ہو مجھ سے۔" رمشا نے سر اٹھا کر سامنے بیٹھی اپنی ہمراز بہن کو دیکھا اور فیصلہ کن انداز میں گہرا سانس لیا۔

"آج نبیل کالج آیا تھا۔" نمو حیران تو ہوئی لیکن

کوئی بھی سوال کیے بغیر خاموشی سے رمشا کو دیکھتی رہی۔

"اس نے کہا وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور شادی کرنا چاہتا ہے۔"

"ہوں پھر!" اب کے رمشا نے حیرت سے نمو کو دیکھا۔

"تمہیں حیرت نہیں ہوئی؟"

"اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔" نمو نے کندھے اچکا کر کہا۔

"نمو! محبت؟ وہ کیسے مجھ سے محبت کر سکتا ہے۔ میں نے تو کبھی اس سے اچھی طرح بات کرنا تو دور اسے دیکھا تک نہیں۔" اس کے استعجاب بھرے انداز پر نمو کھل کر مسکرائی۔

"یہی تو بات ہے رمشا! اگر تم نے کبھی انہیں دیکھا نہیں' اگر کبھی غور سے ان کی آنکھوں میں دیکھتیں تو تمہیں خود ہی اندازہ ہو جاتا۔" رمشا نمو کو دیکھتے ہوئے سر نفی میں ہلانے لگی جیسے اسے جھٹلا رہی ہو۔

"پتا ہے' جب حمزہ پیدا ہوا تھا تو اسپتال میں تم اور نبیل بھائی ساتھ کھڑے اتنے اچھے لگ رہے تھے میں نے دل سے دعا کی تھی تم دونوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے پوری بھی کر دی۔ نبیل بھائی نے پروپوزل بھی بھجوا دیا لیکن تم۔"

آخر میں نمو نے برا سا منہ بنایا لیکن رمشا نے کوئی جواب نہیں دیا تھا وہ غائب دماغی سے سامنے لگی تصویر کو دیکھ رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

دروازے میں کھڑی شخصیت کو انہوں نے کافی حیرانی سے دیکھا تھا۔

"السلام علیکم!" اجنبی' خوش لباس اور خوش شکل عورت نے انہیں سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام۔ معاف کیجئے گا۔ میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔" زاہدہ کے معذرت خواہانہ انداز پر وہ مسکرا دیں۔

"یقیناً نہیں پہچانا ہو گا کیونکہ ہم لوگ پہلی بار مل رہے ہیں۔ کیا میں اندر آ سکتی ہوں؟" ان کے اجازت مانگنے پر زاہدہ نے کچھ شرمندہ ہو کر راستہ دیا۔

"میرا نام قدسیہ ہے۔" اندر داخل ہو کر انہوں نے اپنا تعارف کروایا۔

"نمو!" رمشا اونچی آواز میں اسے پکارتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

"ہاں بولو!" وہ بالوں میں تیل کا مساج کرتی ہوئی بولی۔

"وہ قدسیہ آنٹی آئی ہیں۔" تیل کی بوتل اس کے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے بچی تھی۔

"وہ امی کے پاس بیٹھی ہیں اور تمہیں بلا رہی ہیں۔"

نمو کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا۔ اس نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا لیا۔

"پریشان کیوں ہو رہی ہو۔ اپنا حلیہ ٹھیک کرو اور ڈرائنگ روم میں آ جاؤ۔ میں چائے لے کر آتی ہوں۔"

جب وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو بڑے خوشگوار ماحول میں باتیں ہو رہی تھیں۔ اس کی پہلی نظر قدسیہ بیگم پر پڑی۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرائی تھیں پھر تیزی سے اس کی نظریں ماں کے چہرے تک گئی تھیں۔ وہ بھی اسے دیکھ رہی تھیں۔ ان کے چہرے پر بھی نرم سی مسکراہٹ تھی۔ اس کے پریشان دل کو قدرے قرار ملا تھا۔

"لگتا ہے نمو نے اپنی آنٹی کو پہچانا نہیں۔" اس کو مسلسل دروازے میں کھڑے دیکھ کر وہ بولیں تو وہ کھسیا کر سلام کرتی ہوئی زاہدہ کے قریب جا کر بیٹھ گئی۔

"آپ بہت خوش قسمت ہیں زاہدہ بہن! جو آپ کے پاس نمو جیسی بیٹی ہے۔ سچ پوچھیں تو مجھے کبھی افسوس نہیں ہوا کہ میری کوئی بیٹی نہیں لیکن نمو کو دیکھ کر ایک کمی کا احساس ہوا کہ کاش! میری بھی نمو جیسی بیٹی ہوتی۔ کتنے دن سوچتی رہی اور پھر دماغ نے کہا کہ یہ تو اب بھی ہو سکتا ہے نمو اب بھی میری بیٹی بن

سکتی ہے۔"

وہ جو مسکراتے ہوئے اپنی تعریف سن رہی تھی، آخری جملے پر کچھ الجھ کر انہیں دیکھنے لگی۔ جو بہت پیار سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"نمو! تم نے بتایا نہیں کہ تمہاری ملاقات قدسیہ بہن سے ہوئی تھی۔"

زاہدہ کے سوال پر وہ پریشان ہو کر ماں کا منہ دیکھنے لگی۔ اس سے پہلے وہ کوئی جواب دیتی۔ قدسیہ بیگم نے اس کی مشکل آسان کردی۔

"بس اتفاقیہ ملاقات ہوئی تھی۔ ہمارے عزیز ایڈمٹ تھے اسپتال میں۔ ان کی عیادت کے لیے گئے تھے ہم، وہیں ہماری ملاقات نمو سے ہوئی۔"

ان کے بیان پر اس کی سانس بحال ہوئی تھی۔ وہ رسمی سی ملاقات اپنے اختتام تک خاصی بے تکلفی میں بدل چکی تھی۔ قدسیہ بیگم نے زاہدہ کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی اور رخصت ہو گئیں۔ ان کے جانے کے بعد زاہدہ نے قدسیہ بیگم کی آمد کی وجہ بتائی تو حیرت کی شدت سے اس کا منہ کھل گیا۔ اس کی حالت دیکھ کر زاہدہ اور رمشا دونوں ہنس پڑے تھے۔

"منہ تو بند کرو پاگل!" رمشا نے ہنستے ہوئے اسے چپت لگائی تو وہ جھینپ کر ماں کو دیکھنے لگی جنہوں نے اسے ساتھ لپٹا لیا۔

"یہ پاگل نہیں میری بہت پیاری بیٹی ہے۔" ان کی بات پر رمشا نے شرارتی انداز میں ان کے کندھے سے سر ٹکائے نمو کو دیکھا۔

"پیاری تو ہے امی! پر انتہا درجے کی بے وقوف بھی ہے۔ میں تو آنٹی کی چوائس پر حیران ہوں۔ انہیں اچھا کیا لگا؟" اس کے ہونٹوں پر مسلسل شرارتی مسکان تھی۔

"امی! دیکھیں اسے۔" نمو نے شکایتی انداز میں زاہدہ سے کہا۔

"رمشا! تنگ مت کرو اسے۔" انہوں نے رمشا کو ٹوکا تھا۔ "اور ویسے بھی ہیرے کی پہچان جوہری کو ہی ہوتی ہے۔ اور میری بیٹی ہیرا ہے ہیرا۔"

نمو نے زبان نکال کر رمشا کو چڑایا، جو قہقہہ لگا کر ہنس پڑی تھی۔

"دیکھیں امی! کیسے خوش ہو رہی ہے۔" رمشا نے مسکراتی ہوئی نمو کی طرف اشارہ کیا تو انہوں نے مسکرا کر اس کا ماتھا چوما۔

"اللہ تعالیٰ تم دونوں کو اپنے گھروں میں آباد رکھے۔ کہاں میں رمشا کے بارے میں سوچ رہی تھی اور اللہ نے بیٹھے بٹھائے تم دونوں کے اتنے اچھے رشتے بھیج دیے۔" ان کا چہرہ ان کی سچی خوشی کی غمازی کر رہا تھا۔

"قدسیہ بیگم انوائٹ کر کے گئی ہیں، سو وسیم آ جائے تو اس سے بات کر کے ان کے گھر کا پروگرام بناؤں گی۔" وہ رمشا سے کہہ رہی تھیں جبکہ نمو سر جھکائے اپنے ناخنوں سے کھیل رہی تھی۔

"رات بہت ہو گئی ہے، سو جاؤ اب تم دونوں۔" وہ اٹھتے ہوئے بولیں۔ ان کے باہر نکلتے ہی رمشا بول پڑی۔

"مجھے تو ان پر اور ان کے بیٹے پر ترس آ رہا ہے، چ چ۔" رمشا نے باقاعدہ افسوس کا اظہار کیا تھا تو نمو نے پاس پڑا تکیہ اٹھا کر اسے دے مارا، جسے کیچ کرنے کے بعد وہ پھر ہنسنے لگی تھی۔

"یہاں سب اپنی مرضی کرتے ہیں۔ مجھ سے کسی نے پوچھنے کی زحمت ہی نہیں کی۔ خود ہی سب طے کر لیا ہے۔"

"ہوں!" رمشا کے ہنکارا بھرنے پر نمو نے چونک کر اسے دیکھا جو پاؤں میں سلیپر ڈال رہی تھی۔

"کہاں جا رہی ہو؟" اسے دروازے کی طرف بڑھتا دیکھ کر نمو نے حیرت سے پوچھا۔

"امی کو بتانے کہ تمہیں یہ رشتہ پسند نہیں۔"

"رمشا!" وہ چیخی۔ "میں نے یہ کب کہا۔"

"تو پھر پسند ہے؟" رمشا نے زیر لب مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"دفع ہو جاؤ۔" وہ جا کر بیڈ پر لیٹ گئی تھی۔

"بتاؤ۔" رمشا اس کے قریب جا کر بولی تو اس نے تکیہ منہ پر رکھ لیا۔

"رمشا! مجھے تنگ مت کرو، نیند آ رہی ہے مجھے۔"

"نیند آ رہی ہے یا معیز کے سپنے دیکھنے لگی ہو۔"

"بکو مت۔" وہ تکیے میں منہ دیے ہوئے بولی تو رمشا ہنستی ہوئی اس کے پہلو میں لیٹ گئی۔

"تم بھی دیکھو رمیض کے سپنے۔"

نمو کے کہنے پر اس نے مسکراتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔ اگلے ہی پل اس نے جھٹکے سے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی تھی۔ بند آنکھوں کے پیچھے کوئی اور ہی مسکرا رہا تھا۔

"نبیل!" وہ حیرانی سے بڑبڑائی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ غصے سے سارے کمرے میں چکراتی پھر رہی تھی۔ تقریباً ایک گھنٹہ پہلے زاہدہ بیگم اس کے کمرے میں آئی تھیں۔ یہ کہنے کہ وہ رشتہ دیکھنے جا رہی ہیں۔ وہ ان کے ساتھ چلے۔ اس نے تفصیل سنے بغیر طبیعت کی خرابی کا بہانہ کر کے جانے سے انکار کر دیا۔ اگر اسے ذرا سا بھی اندازہ ہوتا کہ وہ اکیلی نہیں وسیم کے ساتھ جا رہی ہیں تو وہ کبھی بھی انکار نہ کرتی۔ وہ دونوں ماں بیٹا ایک ساتھ گئے تھے۔

پتا نہیں راستے میں کیا کیا پٹیاں پڑھا رہی ہوں گی۔ یہ خیال اسے غصہ دلانے کو کافی تھا اور زیادہ غصہ اسے وسیم پر آ رہا تھا۔ اس نے اسے بتانے کی زحمت تک نہیں کی۔

وہ ہاتھ مسلتی کتنی دیر گھڑی کو دیکھتی رہی۔ پھر کچھ سوچ کر باہر آ گئی۔ نمو اور رمشا دونوں لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھیں۔ وہ دونوں کسی ڈرامے پر تبصرہ کرتے ہوئے اتنی مگن تھیں کہ اس کی وہاں موجودگی کا نوٹس ہی نہ لیا۔

"اچھا ہے اس کا رشتہ ہو جائے اور یہ جائے۔ قینچی کی طرح تیز زبان ہے۔" ہنستی ہوئی رمشا کو دیکھ کر رخسانہ نے منہ بنایا اور پھر اس کی نظر نمو پر ٹھہر گئی، ساتھ ہی زوار کی خواہش بھی ذہن میں آ گئی۔

"آخر کیا ہے اس لڑکی میں۔" اس نے بغور نمو کو دیکھا۔ "بالکل سادہ سی تو ہے۔" اس کے ذہن میں اور بہت سی لڑکیاں آئیں جو زوار میں دلچسپی رکھتی تھیں۔ نمو سے کئی درجہ حسین، طرح دار اور دولت مند۔ اس نے ایک بار پھر اسے دیکھا۔

اس کے نقوش خوبصورت ہیں لیکن وہ تو رمشا کے بھی ہیں ہاں! کچھ دیر بعد جیسے وہ کسی نتیجے پر پہنچی۔ اس کی معصومیت۔ اس کے چہرے پر ایک خاص نرمی اور ملاحت تھی جو اسے سب سے نمایاں کرتی تھی۔ وہ شاید یونہی کھڑی جائزہ لیتی رہتی لیکن گاڑی کے مخصوص ہارن پر وہ چونکی اور تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔ وسیم جب کمرے میں داخل ہوا وہ بازو آنکھوں پر رکھے لیٹی تھی۔

"اب طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟" وسیم کے پوچھنے پر اس نے آنکھوں سے بازو ہٹا کر اسے دیکھا تھا۔

"آپ کو اپنی مصروفیت میں یاد رہا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں۔"

"کیا مطلب؟" وسیم باتھ روم کی طرف جاتے جاتے رک گیا۔

"مطلب یہ کہ آپ چلے گئے۔ جانے سے پہلے آپ نے ایک دفعہ زحمت نہیں کی کہ مجھے بتا دیں۔ آپ نے ضروری نہیں سمجھا کہ مجھے بھی ساتھ لے جائیں۔"

"امی نے تم سے پوچھا تو تھا۔"

"ہاں۔ جس دل سے پوچھا تھا۔ مجھے پتا ہے صاف لگ رہا تھا کہ وہ مجھے لے جانا نہیں چاہتیں۔" وسیم کوئی جواب دیے بغیر باتھ روم چلا گیا۔

رخسانہ نے غصے سے باتھ روم کے بند دروازے کو دیکھا۔ مگر وسیم کے باہر آنے تک اپنا غصہ کنٹرول کر چکی تھی۔

"کر آئے آپ لوگ رمشا کی بات پکی؟"

وسیم نے کچھ حیرت سے اسے دیکھا۔ "ہم نمو کے رشتے کے لیے گئے تھے۔"

"کیا؟" رخسانہ کو لگا اسے سننے میں غلطی ہوئی

ہے۔

"وہ کس کے؟"

"ارے بابا نمو کے۔"

"یہ نمو کا رشتہ کہاں سے آگیا۔ بات تو رمشا کی چل رہی تھی۔"

"ہاں رمشا کی بھی چل رہی ہے۔ امی نے کل بتایا تھا کہ ایک خاتون نمو کا رشتہ لے کر آئی تھیں۔ اسپتال میں نمو سے ملی تھیں وہ۔ امی کو اچھی لگیں۔ آج ہم ان کے گھر گئے تھے۔ کافی ویل آف فیملی ہے۔ ایک ہی بیٹا ہے ان کا اپنا بزنس ہے۔ مجھے تو وہ لوگ پسند آئے اسی لیے تو امی نے تمہیں بھی ساتھ چلنے کو کہا تھا۔"

رخسانہ کو تو جیسے مرچیں سی لگ گئیں تھیں۔

"سب کچھ آپ دونوں بالا ہی بالا طے کر آئے۔ نہ کچھ بتایا نہ کچھ پوچھا۔ اب بھی بتانے کی کیا ضرورت تھی، شادی والے دن بتاتے نا۔"

اس کے طیش بھرے انداز کو وسیم نے حیرت سے دیکھا۔

"اس میں اتنا غصہ کرنے والی کیا بات ہے۔ رمشا کی دفعہ میں تم نے کوئی انٹرسٹ شو نہیں کیا تھا۔ اسی لیے میں نے ہی امی سے کہا تھا کہ تمہیں بعد میں بتادیں گے۔"

رخسانہ کا بس نہیں چل رہا تھا۔ وہ کیا کر ڈالے۔ اسے واقعی وسیم کے علاوہ گھر کے لوگوں اور ان کے معاملات میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن بات یہاں نمو کی تھی۔ اس کے بھائی کی پسند کی۔ وہ بھائی جو اکلوتا تھا اس کا بلکہ اس کا مان اور اسے ناراض کرنے کا وہ رسک بھی نہیں لے سکتی تھی۔ وسیم کی جتنی تنخواہ تھی اس میں تو بس گھر ہی چلتا تھا۔ اس کے خرچے اس کے نخرے تو زوار ہی اٹھاتا تھا اور اس کی ضدی طبیعت سے بھی وہ واقف تھی۔ اگر زوار نے نمو کا نام لیا تھا تو ضرور بات پسند سے زیادہ تھی اس نے تو اس لیے گھر میں بات نہیں کی تھی کہ رمشا بڑی تھی۔ ابھی رمشا کی بات کہیں طے نہیں ہوئی تو نمو کا کیا ذکر لیکن کیا پتا تھا کہ اندر ہی اندر کیا کھچڑی پک رہی ہے۔

اس نے نظر گھما کر وسیم کو دیکھا جو بیڈ پر نیم دراز ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ وہ پریشانی سے زوار کے بارے میں سوچنے لگی۔

☼ ☼ ☼

رمشا کو دیکھ کر سعدیہ پہلے حیران ہوئی اور پھر ایک دم خوش ہو کر اس کے گلے لگ گئی۔

"یوں اچانک!" اس سے الگ ہو کر سعدیہ نے پوچھا۔

"کیوں مجھے دیکھ کر آپ کو خوشی نہیں ہوئی؟" وہ مصنوعی ناراضی سے بولی تو سعدیہ نے پھر اسے گلے لگالیا۔

"ارے پاگل! خوشی! اتنا اچھا لگ رہا ہے تمہیں دیکھ کر تم سے کل بات ہوئی تھی لیکن تم نے آنے کا ذکر نہیں کیا۔"

"سوچا آپ کو سرپرائز دوں گی۔" اس کے ساتھ چلتے ہوئے رمشا نے کہا۔

"بڑا اچھا کیا۔" وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے لاؤنج میں داخل ہوئیں جہاں سعدیہ کی ساس ٹی وی دیکھ رہی تھیں۔ اس کے سلام کے جواب میں انہوں نے اسے خود سے لپٹا کر بڑے والہانہ انداز میں پیار کیا۔ رمشا کتنی دیر تک تو حیرت کے مارے ہل ہی نہیں سکی تھی۔ یہی سعدیہ کی ساس تھیں جن کے ماتھے کے بل ان کی آمد پر صاف دیکھے جا سکتے تھے اور آج اتنا پیار۔

"کیسی آئی ہو بیٹا!"

"جی وسیم بھائی چھوڑ کے گئے ہیں۔"

"اچھا اور گھر میں سب ٹھیک ہیں۔"

"جی!" اس نے جواب دے کر سعدیہ کو دیکھا جو پھل اس کے آگے رکھ رہی تھی۔

"سعدیہ! بہن کو اپنے کمرے میں لے جاؤ اور وہاں آرام سے بیٹھ کر باتیں کرو۔"

یہ دوسرا انقلاب تھا ورنہ پہلے تو سعدیہ کو اکیلے بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ وہ اسی حیرانی کے ساتھ سعدیہ کے کمرے میں چلی آئی۔

"باجی! اب ٹھیک ہے نا آپ کی ساس اور اتنی مہربان۔" اس کی حیرانی پر سعدیہ ہنس پڑی۔

"ہاں بس سب نبیل کی وجہ سے ہے۔"

"اچھا۔" بہت ہلکا سا اس کے منہ سے نکلا تھا۔

"اچھا یاد آیا۔ تم نے اس رشتے سے انکار کیوں کیا؟ اتنے اچھے لوگ تھے پتا ہے امی کو کتنا افسوس ہے۔"

"ایسے ہی۔"

"ایسے ہی؟" سعدیہ نے آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھا۔ "تمہیں پتا ہے اچھے رشتے کتنی مشکل سے ملتے ہیں اور تم نے ایسے ہی کہہ کر اتنے اچھے رشتے کو ٹھکرا دیا۔"

"باجی پلیز۔" اب کہ وہ اکتا کر بولی۔ "اسی بحث سے تنگ آکر میں آپ کے پاس آئی تھی اور آپ بھی وہی قصہ لے کر بیٹھ گئیں۔"

اس کے جواب پر سعدیہ خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"اتنے اچھے رشتے سے انکار کے پیچھے کوئی تو وجہ ہوگی۔" سعدیہ کے جتاتے ہوئے انداز پر بیڈ شیٹ کے ڈیزائن پر چلتی اس کی انگلی لمحہ بھر کے لیے رک سی گئی۔ "میں تمہاری بہن ہوں اگر تم مناسب سمجھو تو مجھ سے شیئر کر سکتی ہو۔"

رمشا نے نظریں اٹھا کر سعدیہ کا چہرہ دیکھا۔

"پتا نہیں باجی! میں خود نہیں جانتی کیوں کیا۔" وہ بے بسی سے بولی۔

"لیکن میں سمجھ گئی ہوں۔" اب کے سعدیہ مسکرا کر بولی تھی۔

رمشا نے چونک کر اسے دیکھا۔ "کیا؟"

"کچھ نہیں۔ تم یہ بتاؤ جو نمو کے لیے رشتہ آیا ہے وہ کیسا ہے؟"

"اچھے لوگ ہیں۔ قدسیہ آنٹی سے پہلے بھی مل چکی ہوں۔"

"اچھا کہاں؟" سعدیہ نے حیران ہو کر پوچھا۔ جواباً رمشا نے نمو کے مدد لینے سے لے کر ان کے گھر جانے تک کا سارا احوال سنا ڈالا۔ ساری بات سن کر سعدیہ ہنس پڑی۔

"اپنی نمو شروع سے ہی پگلی ہے۔ لیکن جو ہوا اسے قسمت کہتے ہیں۔ نمو خوش ہے؟" سعدیہ کے پوچھنے پر رمشا کھل کر مسکرائی۔

"اور رخسانہ وہ کیسی ہی؟" رمشا نے گہرا سانس لیا۔

"وہ بھی ٹھیک ہیں۔ آج کل کچھ امن ہے۔ شاید انہیں کوئی ایشو نہیں مل رہا جس کو بڑھا چڑھا کر بھائی کے کان بھریں۔"

"اسے اس کے حال پر چھوڑ دو اور اس کے لیے ہدایت کی دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ اچھے اچھوں کو سیدھا کردیتے ہیں۔ میرے سسرال والوں کی مثال تمہارے سامنے ہے۔"

سعدیہ کے کہنے پر رمشا مسکرا دی۔ تب ہی دروازے پر ہونے والی دستک پر دونوں مڑ کر دیکھا۔

"بھابھی! حمزہ۔" نبیل بولتا ہوا اندر آیا اور رمشا پر نظر پڑتے ہی پلٹنے لگا۔

"ارے نبیل آؤ۔" اسے مڑتا دیکھ کر سعدیہ جلدی سے بولی۔

"وہ میں حمزہ کو لینے آیا تھا۔"

"ہاں لے جاؤ۔" سعدیہ نے حمزہ کو اٹھاتے ہوئے کہا۔ اور اس دوران وہ مسلسل سر جھکائے اپنے پیروں کو دیکھنے میں مصروف تھی۔ نہ اس نے نبیل کو سلام کیا تھا اور نہ نبیل نے اسے مخاطب کیا۔ زبردستی جگائے جانے پر حمزہ گلا پھاڑ کر رونے لگا تھا۔ نبیل نے آگے بڑھ کر اسے گود میں اٹھا لیا تھا۔ "بیٹھو نبیل! میں تمہارے لیے چائے لے کر آتی ہوں۔"

"نہیں بھابھی!"

"مجھے رمشا کے لیے بھی چائے بنانی ہے تمہارے لیے بھی بنالوں گی۔ تم ابھی آئے ہو نا۔"

کہہ کر سعدیہ باہر نکل گئی اور کمرے میں وہ دونوں رہ گئے۔ مسلسل خاموشی پر اس نے نظریں اٹھا کر نبیل کو دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ رمشا نے اپنی نظریں اس پر سے ہٹا کر دوبارہ اپنے پاؤں پر ٹکادیں۔ کتنے ہی

پل خاموشی سے گزر گئے اسے اب الجھن ہونے لگی تھی۔

"یہ کچھ کہتا کیوں نہیں۔" اس نے دانت پیستے ہوئے سوچا۔ اسی وقت سعدیہ ٹرالی دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔

"ارے تم دونوں اتنے خاموش کیوں بیٹھے ہو؟" سعدیہ کے مسکرا کے پوچھنے پر بھی ان دونوں کے زاویوں میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

"نبیل! انہیں ایک زحمت دینی تھی۔"

"جی!" وہ چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے بولا۔

"مجھے اور رمشا کو شاپنگ پر جانا ہے اگر تم ہمیں ڈراپ کردو۔"

"شاپنگ!"

"وہ منگنی کی شاپنگ کرنی ہے ناں۔"

"منگنی؟" اس نے دہرانے کے ساتھ ایک غصیلی نظر رمشا پر ڈالی۔ "بہت مبارک ہو۔" اس کے طنزیہ انداز پر رمشا نے بڑی خاموش نظر اس پر ڈالی تھی۔

"ارے رمشا کی نہیں ثمرو کی منگنی کی۔"

"اور وہ جو ان کے لیے پرپوزل آیا ہوا تھا۔" وہ پتا نہیں کیا جاننا چاہتا تھا۔

"ہاں وہ... رمشا نے منع کردیا۔ میں ابھی تھوڑی دیر پہلے اس سے یہی پوچھ رہی تھی۔ یہاں تم شادی سے منع کردیتے ہو وہاں رمشا منع کردیتی ہے عجیب ہو تم دونوں۔"

سعدیہ کے معنی خیز بات پر ان دونوں کی نظریں بیک وقت ایک دوسرے کی طرف اٹھیں ان دونوں کو کچھ کہنا نہیں پڑا تھا۔ آنکھوں نے جیسے سب واضح کردیا تھا۔ سعدیہ نے بغور دونوں کی شکلیں دیکھی تھیں۔

"نبیل! تم فریش ہو جاؤ' پھر چلتے ہیں۔ میں حمزہ کو ابھی کو دے آتی ہوں۔"

وہ اٹھ کر باہر نکل گئی تو رمشا بھی کھڑی ہو گئی۔

"تم نے اس پرپوزل کو منع کیوں کیا؟" وہ رمشا کے بالکل سامنے کھڑے ہو کر پوچھ رہا تھا جبکہ ہونٹوں پر بڑی گہری مسکراہٹ تھی۔

"میری مرضی۔" وہ نظریں چراتے ہوئے بولی کیونکہ اس کی جتاتی ہوئی مسکراہٹ سے وہ اچھی خاصی کنفیوز ہو گئی تھی۔

"رمشا!" وہ اس کی سائیڈ سے ہوتی ہوئی باہر جانے لگی تھی جب اس کی آواز پر رک گئی۔

"میں امی اور بھابھی کو بھیجوں گا۔ مجھے یقین ہے' اب تم انکار نہیں کروگی۔"

"آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں انکار نہیں کروں گی۔"

لب کے وہ کھل کر مسکرایا۔ "اس کا جواب تم اپنے آپ سے پوچھنا۔"

اس نے دھیرے سے کہا اور باہر نکل گیا۔ رمشا کھل کر مسکرادی۔ نبیل کے ایک اظہار محبت نے اسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردیا تھا۔ وہ نہ صرف اس سے محبت کرتا ہے بلکہ عزت بھی کرتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسے یقین ہو چلا تھا کہ وہ اس کی عزت کروا بھی سکتا ہے۔ نبیل پر کسی اور کو فوقیت دینا نری بے وقوفی ہوتی۔ آج سعدیہ کے گھر جا کر اس کی تھوڑی بہت کشمکش بھی ختم ہو چکی تھی۔

☼ ☼ ☼

"رخسانہ۔"

"کیا ہو گیا ہے۔" وسیم کے تیسری دفعہ پکارنے پر وہ جھنجلاتی ہوئی اندر آئی تھی۔

"کب سے آوازیں دے رہا ہوں۔ زدار کا فون ہے۔" اور فون کی طرف بڑھتے اس کے قدم رک سے گئے تھے۔

"ارے بھئی پکڑو' اتنی دور سے کال کر رہا ہے۔" رخسانہ نے بڑے مرے مرے انداز میں فون تھاما۔

"ہیلو سسٹر! کیسی ہو۔"

"ٹھیک ہوں تم سناؤ۔"

"میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔ کچھ دنوں تک آرہا ہوں سوچا' تم سے پوچھ لوں' کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔"

اس کے انکار پر۔۔۔ وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ "پہلی دفعہ تم نے شکی ہے خیریت بتاؤ وہ کیسی ہے۔"

"کون۔" رخسانہ نے دزدیدہ نظروں سے وسیم کو دیکھا جو ڈائری پر جھکا پتا نہیں کون سے حساب کتاب میں مصروف تھا۔

"ارے تمہاری ننند اور اپنی ہونے والی بیوی کا پوچھ رہا ہوں۔" "جو ابا" وہ چہکتے ہوئے انداز میں بولا۔ مگر اس کے سپاٹ سے جواب پر وہ قدرے غصے سے بولا۔

"تم نے ابھی گھر میں بات نہیں کی؟"

"نہیں۔"

"کیوں۔" اب کے اس کے لہجے میں ہلکا ہلکا غصہ تھا۔

"کرلوں گی۔" وہ جھنجلا کر بولی۔

"ٹھیک ہے جلدی کرنا کیونکہ میں نے اس کے لیے ڈائمنڈ رنگ لی ہے اور اس کو پہنانے کے لیے بے چین ہوں۔"

رخسانہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا اور اس کی خاموشی کو پتا نہیں وہ کیا سمجھا ہنس کر بولا۔

"جیلس مت ہو تمہارے لیے بھی سیٹ لیا ہے۔ آخر میری بہن کی وجہ سے مجھے اتنی بڑی خوشی ملنے والی ہے۔ اگر تم وسیم سے شادی نہ کرتیں تو مجھے میری محبت مجھے کیسے ملتی۔" آخر میں وہ قہقہہ لگا کر بولا تو رخسانہ کی پریشانی میں کئی گنا اضافہ ہو گیا تھا۔

"اوکے رکھتا ہوں۔ اللہ حافظ۔"

شکر تھا اس نے خود ہی فون بند کردیا ورنہ اس کی اتنی خوشی محسوس کر کے رخسانہ کو آنے والے وقت سے خوف آرہا تھا۔ وہ کتنی دیر تک موبائل ہاتھ میں لیے گم صم بیٹھی رہی۔

"کیا ہوا ایسے کیوں بیٹھی ہو۔" وسیم کی آواز پر اس نے چونک کر اسے دیکھا۔ "کیا کہا زدار نے۔" وسیم کے پوچھنے پر اس نے اسی گم صم انداز میں سر نفی میں ہلا کر الٹا اس سے سوال کردیا۔

"آپ کیا کر رہے ہیں۔" رخسانہ نے اس کے ہاتھ میں پکڑی ڈائری کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"حساب لگا رہا ہوں' ثمرو کی منگنی میں ہونے والے خرچے کا۔ اتنا ہی رمشا کا بھی ہو گا۔ صرف منگنی پر لاکھوں کا خرچ آرہا ہے۔ سوچ رہا ہو شادی پہ کیا بنے گا۔"

وہ پریشانی سے بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا بولا۔ تب ہی رخسانہ کے دماغ میں خیال آیا۔ "غیروں میں شادیاں کریں گے تو ناک اونچی رکھنے کے لیے لاکھوں تو خرچ کرنے ہی پڑیں گے۔ اسی لیے تو اپنے اپنے ہوتے ہیں۔ وہ جوڑے کپڑوں میں بھی خوشی خوشی اپنانے کو تیار ہو جاتے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔" اس کے چہرے پر واقعی نا سمجھنے والی کیفیت تھی۔

"اس میں نہ سمجھنے والی کیا بات ہے۔ اگر ہم ثمرو کی شادی زدار سے کردیتے ہیں تو خرچہ ہی نہیں ہو گا۔ آپ کو تو پتا ہے زدار کے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ دل کا بھی کتنا سخی ہے اور پھر آپ کا دیکھا بھالا بھی ہے۔"

وسیم کے چہرے پر تذبذب کی کیفیت دیکھ کر مزید بولی۔

"اور یہ میری بھی خواہش ہے اور زدار کی بھی۔ ہمیں ثمرو بہت پسند ہے' میں تو آپ سے آنٹی سے بات کرنے والی تھی' لیکن آپ لوگ چھپ چھپاتے سب طے کر آئے' مجھے بتایا بھی نہیں۔"

وہ روٹھے انداز میں بولی تو وسیم پر سوچ انداز میں ڈائری کے صفحے پلٹنے لگا۔

"آپ ایسے خاموش کیوں بیٹھے ہیں۔ جواب دیں مجھے۔"

"رخسانہ! تم نے مجھے عجیب مصیبت میں ڈال دیا ہے۔"

"کیوں اس میں مصیبت کیا ہے۔ آپ کو کوئی اعتراض ہے میرے بھائی پر۔" اب کے رخسانہ ماتھے پر بل ڈال کر غصے سے بولی تو وسیم گڑبڑا گیا۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ مجھے تو زدار پسند ہے۔ بلکہ اچھا ہی ہو گا اگر ایسا ہو جائے' لیکن بات امی

کی ہے۔ امی کو وہ لوگ پسند ہیں اور تقریباً" بات بھی طے ہو چکی ہے۔"

"صرف بات ہوئی ہے، منگنی نہیں ہوئی اور اگر منگنی بھی ہوئی ہوتی تو کوئی بڑی بات نہیں۔ لوگوں کی منگنیاں ٹوٹتی نہیں کیا اور جہاں تک آنٹی کی بات ہے، اگر آپ آنٹی سے کہیں گے تو وہ ضرور مان جائیں گی۔"

اب کے وسیم کچھ نہیں بولا تھا۔

☼ ☼ ☼

ریسیور رکھتے ہی اس نے آنکھیں بند کر کے گہرا سانس لیا۔ لیکن جوں ہی اس نے آنکھیں کھولیں اسے جھٹکا لگا تھا۔ بالکل سامنے رخسانہ بھابھی کھڑی مشکوک نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"کس کا فون تھا۔"

"وہ رانگ نمبر تھا۔" ہاتھ مسلتے نمو بمشکل بولی تو رخسانہ کے چہرے پر بڑی طنزیہ مسکراہٹ آئی تھی۔

"یہ کیسا رانگ نمبر تھا، جس سے تم پچھلے پندرہ منٹ سے بات کر رہی تھیں۔" نمو نے تھوک نگل کر سر جھکا دیا۔ کوئی بہانہ نہیں سوجھا تھا۔ وہ ان کی چبھتی ہوئی نظروں سے بچنے کے لیے تیزی سے چلتی ہوئی اپنے کمرے میں آ گئی۔ تھوڑی دیر پہلے معیز سے بات کرتے ہوئے وہ جس سرشاری میں مبتلا تھی وہ یک دم غائب ہو گئی تھی۔ اب بس حواسوں پر رخسانہ بھابھی کی آر پار ہوتی نظریں سوار تھیں۔

☼ ☼ ☼

وسیم پریشانی اور گھبراہٹ کے ساتھ الماری سے کپڑے نکالتی رخسانہ کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ تم کیا کر رہی ہو۔" رخسانہ نے ایک غصیلی نظر وسیم پر ڈالی اور دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔ وسیم نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے کپڑے چھین لیے تھے۔

"میں پوچھ رہا ہوں کیا کر رہی ہو تم۔"

"پیکنگ کر رہی ہوں۔"

"رخسانہ پلیز! سمجھنے کی کوشش کرو۔ اتنی سی بات پر کوئی ناراض ہو کر جاتا ہے۔" رخسانہ نے غصے سے وسیم کو دیکھا۔

"اتنی سی بات۔ اتنی سی بات نہیں ہے۔ میرے بھائی کے پرپوزل کو ریجیکٹ کر دیا ہے آپ نے۔ یہ میرے بھائی کی نہیں میری بھی بے عزتی ہے۔"

"امی نے انکار نہیں کیا۔ نمو کی مرضی نہیں تھی دراصل۔" اور کپڑے بیگ میں رکھتا رخسانہ کا ہاتھ رک گیا۔

"اوہ۔ مجھے پہلے ہی پتا تھا کہ آپ کی بہن کی مرضی نہیں ہوگی۔ یہ رشتہ جس طرح آیا تھا، مجھے تو تب ہی شک ہوا تھا۔ یوں ہی کوئی سڑک پر ملنے کے بعد منہ اٹھا کر رشتہ نہیں لے آتا۔ میں نے خود اپنے گناہ گار کانوں سے آپ کی بہن کو فون پر رومانس کرتے سنا ہے۔ یہاں آپ کی والدہ نے کوئی لیکچر نہیں دیا ہوگا۔ جب آپ نے مجھ سے شادی کی تھی، رمشا اور آنٹی نے کتنی باتیں سنائی تھیں۔ اب انہیں نظر نہیں آ رہا کہ ان کی بیٹی کیا گل کھلا رہی ہے۔"

"رخسانہ۔" وسیم غصے سے بولا۔

"چلائیں مت، آپ سے زیادہ اونچی آواز میں بات کر سکتی ہوں۔" اس نے بیگ کی زپ بند کی اور بیگ اٹھا کر دروازے کی طرف بڑھی۔ وہ باہر نکلی تو زاہدہ دروازے کے قریب ہی کھڑی تھیں۔

"بیٹا! یوں ناراض ہو کر کوئی اپنا گھر چھوڑ کر جاتا ہے۔"

"یہ میرا گھر نہیں ہے اور کبھی اس گھر کے لوگوں نے مجھے اپنا سمجھا بھی نہیں۔"

"ایسا نہیں رخسانہ! میں نے کبھی تمہیں رمشا اور نمو سے الگ نہیں سمجھا۔"

"اگر ایسا ہوتا آنٹی تو آپ کبھی زوار کے رشتے سے انکار نہ کرتیں۔ کیا برائی ہے اس میں، یہی کہ وہ میرا بھائی ہے؟"

"نہیں بیٹا!" زاہدہ نے پیار سے اس کا بازو تھاما۔

"تو پھر انکار کی وجہ۔" اب کے زاہدہ نے بے بسی سے وسیم کو دیکھا جو نظریں چرا گیا تھا تو کب سے

خاموشی سے کھڑی رمشا زاہدہ کے پہلو میں آ کر کھڑی ہو گئی۔

"بھابھی! یہ رشتے دل کی آمادگی سے طے ہوتے ہیں، زور زبردستی سے نہیں۔ اگر ہم نمو کا رشتہ معیز سے طے کر رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہم زوار کو برا کہہ رہے ہیں۔"

"تم لوگ کیا سمجھتے ہو مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں اور جس کی دلی آمادگی سے یہ رشتہ ہو رہا ہے، وہ بھی مجھے پتا ہے۔"

رخسانہ نے ایک طنزیہ نظر کچن کے دروازے کے قریب کھڑی نمو پر ڈالی اور بیگ گھسیٹتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

☼ ☼ ☼

وہ لاؤنج میں داخل ہوا تو رخسانہ ریموٹ ہاتھ میں لیے ٹی وی کی طرف متوجہ تھی۔

"تم کب آئیں۔"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے تم سو رہے تھے۔"

"سب ٹھیک ہے؟"

"ہوں۔" رخسانہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ہاں۔ سب ٹھیک ہے۔"

"اچھا۔ مگر یہ بیگ؟" اس نے بیگ کی طرف اشارہ کر کے رخسانہ کو دیکھا۔

"میرا ہے۔ رہنے آئی ہوں۔" اب کے زوار پوری طرح اس کی طرف گھوم گیا۔

"تمہاری وسیم سے کوئی لڑائی ہوئی ہے؟"

"میں نے تمہارا پرپوزل دیا تھا۔ انہوں نے منع کر دیا۔" وہ کچھ دیر خاموش رہا۔

"وسیم نے منع کیا ہے؟" زوار کے پوچھنے پر اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں۔ نمو نے۔ مجھے کسی نے بتایا کہ اس کا پرپوزل آیا ہے۔ وسیم اور آنٹی جا کر پسند بھی کر آئے ہیں۔ جب وسیم نے مجھے بتایا تو میں نے تمہارا ذکر کیا۔ انہوں نے تو کوئی اعتراض نہیں کیا لیکن نمو نے۔"

اتنا کہہ کر وہ رک گئی۔ "وہ تو مجھے بعد میں پتا چلا کہ یہ جو رشتہ ہو رہا ہے نمو پہلے سے اس لڑکے کو جانتی ہے اور اس لڑکے کی پسند پر یہ رشتہ آیا ہے۔ فون پر باتیں ہوتی ہیں اور تم اس کی معصومیت پر فدا تھے۔"

رخسانہ نے طنزیہ نظر زوار کے سیاہ پڑتے چہرے پر ڈالی اور پھر اس کے چہرے کے تاثرات پر اسے خود ہی اپنے طنزیہ لہجے کا احساس ہوا تو اٹھ کر اس کے قریب آ گئی۔

"زوار پلیز! تم اپنا دل برا نہ کرو، میں تو پہلے بھی اس حق میں نہیں تھی۔ تم ہی قربان ہوئے جا رہے تھے اس کی معصومیت پر۔ دیکھی اس کی معصومیت، خود ہی اپنے لیے لڑکا بھی پسند کر لیا۔ خیر دفع کرو۔ میں اس سے زیادہ اچھی اور خوب صورت لڑکی سے تمہاری شادی کرواؤں گی۔"

لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا، نہ پچھلی دفعہ کی طرح غصہ کیا۔ بس خاموشی سے پلٹ گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"رمشا! یہ دیکھو کیسا ہے۔" نمو نے ریک سے کاہی رنگ کا کام والا فراک نکال کر اسے دکھایا۔

"زبردست۔" رمشا کو وہ پہلی نظر میں ہی اچھا لگا تھا۔

"نبیل بھائی کو بھی دکھاؤ۔ اگر انہیں پسند آتا ہے تو فائنل کرو اور خدا کا واسطہ ہے اب کچھ لے لو۔ چھ گھنٹے سے خوار ہو رہے ہیں اور تمہیں ایک ڈریس بھی پسند نہیں آیا۔"

"میرا نکاح ہے کوئی مذاق نہیں۔" رمشا نے مسکرا کر اس کا پھولا ہوا چہرہ دیکھا۔

"سنو! میں نے بھی ابھی شاپنگ بھی کرنی ہے اور دوسرا مجھے بھوک بھی لگی ہے۔"

"اچھا بابا! تم کر لو اپنی شاپنگ اور کر کے یہاں آ جانا، پھر کچھ کھاتے ہیں لوگے۔" وہ سر ہلا کر دوسرے سیکشن میں آ گئی۔ وہ ریک میں لٹکے کپڑوں کو الٹ پلٹ کر رہی تھی۔

رائل بلو شیفون کے فراک پر اس کا ہاتھ ٹھہر گیا تھا۔

"یہ رنگ تم پر سوٹ کرے گا۔" وہ بہت غور سے فراک دیکھ رہی تھی۔ جب اپنے پیچھے آتی آواز پر اس نے چونک کر پیچھے دیکھا اور زوار کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اس کی حیرت پر وہ کھل کر مسکرایا۔

"کیسی ہو۔" نمو نے کوئی جواب نہیں دیا تھا اور مڑ کر سوٹ دوبارہ ہینگ کر دیا۔

"کیوں سوٹ پسند نہیں آیا۔ چلو کوئی بات نہیں تم پر تو سب ہی رنگ اچھے لگتے ہیں۔"

"یہ دیکھو۔" اس نے ریک سے ایک گلابی سوٹ نکال کر اس کے سامنے کیا۔ نمو نے ایک نظر سوٹ پر ڈال کر قدم آگے کی طرف بڑھا دیے۔ لیکن اگلے قدم پر اسے رکنا پڑا۔ اس کا بازو زوار کے ہاتھ میں تھا۔ اس کی جرات پر وہ پریشانی سے اسے دیکھنے لگی جو غصے سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں تم سے بات کر رہا ہوں۔"

"ہاتھ چھوڑیں میرا۔" اس نے اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے کہا مگر وہ مزید اس کے قریب آ گیا تو اس نے ہراساں ہو کر ارد گرد کسی کو مدد کے لیے تلاش کیا لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔

"ڈر کیوں رہی ہو تمہیں کھا تو نہیں جاؤں گا۔" اور جب تک تم میری بات سن نہیں لیتیں، تم یہاں سے نہیں جا سکتیں۔

نمو جو اس سے بازو چھڑوانے کے لیے زور لگا رہی تھی، رک گئی۔ کیونکہ اس کے انداز بتا رہے تھے کہ وہ واقعی اسے جانے نہیں دے گا۔

اپنی بے بسی پر اس کی آنکھ میں آنسو آ گئے تھے۔

"گڈ! تمہاری یہی بات مجھے اچھی لگتی ہے۔" اس کے ساکت ہو جانے پر وہ مسکرا کر بولا۔

"سنا ہے مجھ سے شادی کرنے سے تم نے انکار کیا ہے۔" وہ تم پر زور دے کر بولا تو نمو جو سر جھکائے اپنے پیروں کو دیکھ رہی تھی۔ دزدیدہ نظروں سے دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ نہ جانے سب لوگ کہاں چلے گئے تھے۔

اپنے بازو پر اس کے ہاتھ کا لمس اسے بری طرح چبھ رہا تھا۔ اس نے ایک بار پھر بے چین ہو کر اپنا بازو کھینچا۔

"ابھی میری بات پوری نہیں ہوئی۔" وہ اس کے بازو پر اپنے ہاتھ کا دباؤ بڑھاتے ہوئے بولا۔

"اگر تم نے اس وجہ سے انکار کیا ہے کہ میں تمہیں پسند نہیں تو۔ پھر ٹھیک ہے۔ تمہاری ناپسندیدگی بھی سر آنکھوں پر۔ میرے لیے میری پسندیدگی کافی ہے۔ چونکہ تم ایک مشرقی لڑکی ہو تو شادی کے بعد خود بخود مجھے پسند کرنے لگو گی، ہے نا۔"

وہ تھوڑا سا جھک کر اس کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"مجھے جانا ہے۔" وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"بات سنو نمو!" وہ ایک دم اتنی سنجیدگی سے بولا کہ وہ سب بھول کر اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"میں تمہیں اب سے نہیں تب سے پسند کرتا ہوں جب پہلی بار تمہیں دیکھا تھا۔ کہا اس لیے نہیں کہ میں تمہیں برابر طریقے سے اپنانا چاہتا تھا۔ وہ سب کچھ جو تمہارے لیے سوچا ہوں، وہ شادی کے بعد بتانا چاہتا تھا۔ مجھے جو بھی اچھا لگتا ہے میں اسے حاصل کر لیتا ہوں۔ میں چاہتا تو تمہیں بھی حاصل کر سکتا تھا لیکن تمہیں پانا چاہتا تھا تمہاری مرضی سے۔ اتنا انتظار میں نے صرف تمہاری محبت پانے کے لیے کیا اور تم نے کیا کیا۔"

اب کے اس نے اس کا بازو چھوڑ کر اسے کندھوں سے تھام لیا۔

"تم اگر اس وجہ سے انکار کرتیں کہ تمہیں میں اچھا نہیں لگتا تو مجھے بالکل برا نہیں لگتا لیکن تم نے کسی اور کو مجھ پر ترجیح دی۔ تمہیں کوئی اور اچھا لگتا ہے، یہ میری برداشت سے باہر ہے۔ یہ جو تمہارا چہرہ ہے نا۔" اس نے ایک ہاتھ سے اس کی ٹھوڑی پکڑی۔ "اس سے میں بہت محبت کرتا ہوں۔ اگر اس چہرے کو دیکھنے کا حق کسی اور کو دو گی تو یہ میری برداشت سے باہر ہو گا۔

زوار نے اس کے چہرے سے ہاتھ ہٹا لیا تھا لیکن وہ تو جیسے منجمد ہو کر رہ گئی تھی۔ زوار نے ایک گہری نظر اس کے سفید پڑتے چہرے پر ڈالی۔

"میں کبھی بھی تم سے اس طرح بات نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن تم نے مجھے مجبور کر دیا۔"

وہ ایک دم اس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کی سانسیں اسے اپنے ماتھے پر محسوس ہونے لگیں لیکن ڈر نے اس کے حواس اس طرح سلب کر لیے تھے کہ وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکی۔ اس نے اس کے بازو کو حرکت میں آتے دیکھا اور پھر پیچھے ریک میں لگا وہ گلابی سوٹ اس کے سامنے تھا۔

"چلو۔" وہ اس کا بازو پکڑ کر بولا اور وہ کسی روبوٹ کی طرح اس کے پیچھے چل پڑی۔

"تھینکس فار یور کوآپریشن۔" باہر نکلتے ہی اس نے سیلز مین سے کہا اور ہزار کا نوٹ اسے تھمایا۔ نمو نے چونک کر پہلے زوار کو اور پھر اس سیلز مین کو دیکھا۔ اسے اب سمجھ میں آئی تھی کہ اتنی بڑی شاپ ہونے کے باوجود کوئی کیوں وہاں نہیں آیا تھا۔ اس نے آنکھ میں آنے والے آنسو کو روکنے کے لیے نچلا ہونٹ سختی سے دانتوں تلے دبا لیا۔

"سر! میرے لائق کوئی اور خدمت۔" وہ ہزار کا نوٹ تھامے زوار سے پوچھ رہا تھا۔

"بس یہ سوٹ پیک کروا دیں۔" اس نے گلابی سوٹ اسے تھماتے ہوئے کہا۔

"نمو۔" پیچھے سے رمشا کی آواز پر وہ دونوں تیزی سے مڑے تھے۔

"کہاں تھیں تم؟ ڈھونڈ ڈھونڈ کر پریشان ہو گئے ہم لوگ۔" وہ واقعی اتنی پریشان تھی کہ اسے نمو کے ساتھ کھڑا زوار نظر نہیں آیا تھا اور کب سے ضبط کرتی نمو کا ضبط ٹوٹ گیا تھا۔ وہ رمشا کے گلے لگ کر رو پڑی تھی۔ پریشان رمشا حیران بھی ہو گئی تھی۔

"نمو کیا ہوا ہے۔" وہ اس کی پشت سہلاتے ہوئے بولی۔ تب ہی اس کی نظر زوار پر پڑی۔

"السلام علیکم۔" وہ مسکرا کر بولا۔ "پریشانی کی کوئی بات نہیں، میرا خیال ہے نمو کا بی پی لو ہو گیا ہے۔ میں شاپنگ کرنے آیا تھا۔ یہاں سے گزرا تو نمو پر نظر پڑی۔ میں ابھی حال احوال پوچھ رہا تھا کہ تم آ گئیں۔" اتنے بڑے جھوٹ پر نمو نے روتے روتے ناراض نظر اس پر ڈالی تو وہ نبیل کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"اور بھئی نبیل! بہت مبارک ہو، عنقریب شادی شدہ ہونے والے ہو اور خوش قسمت ہو کہ جسے چاہا اسے پا لیا۔" اس کی بات پر نبیل بے ساختہ مسکرا دیا اور رمشا بھی مسکرا دی تھی۔ جبکہ رمشا کے ساتھ لگی نمو نے ہونٹ بھینچ لیے۔

"مجھے لگتا ہے واقعی اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" نبیل نے اس کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھ کر کہا۔

"گرمی بھی تو بہت ہے۔" رمشا نے بھی اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے اتفاق کیا۔

"چلیں میں آپ کو چھوڑ دوں۔"

"نہیں زوار! تھینک یو۔ نبیل ہمیں ڈراپ کر دیں گے۔" رمشا کے کہنے پر وہ کندھے اچکا کر ان کے ساتھ چلنے لگا۔

"ہیلو۔" وہ گاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جب قریب سے آواز سن کر رک گئے۔ معیز کو دیکھ کر جہاں وہ سب حیران ہوئے تھے، وہیں نمو کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

"کیسی ہیں آپ۔" اس نے رمشا سے پوچھنے کے بعد نمو کو دیکھا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔ آپ بتائیں آنٹی کیسی ہیں۔"

"وہ بھی ٹھیک ہیں۔ آپ۔" وہ جانے کیا کہنے جا رہا تھا۔ زوار کو دیکھ کر چونک کر خاموش ہو گیا۔ ان تینوں نے اس کا چونکنا نوٹ کیا تھا۔ رمشا نے مڑ کر زوار کو دیکھا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

"آپ دونوں جانتے ہیں ایک دوسرے کو؟"

"بہت اچھی طرح۔" رمشا کے پوچھنے پر زوار زور

دے کر بولا۔
"او کے! میں چلتا ہوں۔" معیز ایک دم بوکھلا کر مزید بات کیے بغیر مڑ گیا۔
"یہ کون تھا؟" نبیل نے کچھ حیرت سے اس کی بوکھلاہٹ دیکھی۔
"یہ معیز تھا۔ بتایا تھا نا آپ کو نمو کے لیے اس کا پروپوزل آیا ہوا ہے۔" اب کے زوار نے چونک کر رمشا کو دیکھا اور اس کے بعد نمو کو، جو اسی طرف دیکھ رہی تھی، جہاں سے معیز گیا تھا۔ اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

☼ ☼ ☼

وہ بیڈ پر چت لیٹی کب سے چھت پر چلتے پنکھے کو گھور رہی تھی۔ دوپہر کے مناظر پوری جزئیات کے ساتھ اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہے تھے۔
اسے رہ رہ کر اپنی بزدلی پر غصہ آرہا تھا۔ وہ کیوں اس کے سامنے کمزور پڑ گئی تھی۔ کیا ضرورت تھی اسے اس کی بکواس سننے کی اور پھر اس کی دھمکی۔ اس نے بے اختیار اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھک لیا۔ تب ہی اس کے تکیے کے نیچے رکھا موبائل بج اٹھا تھا۔ اس نے بڑی بے زاری سے موبائل نکال کر نمبر دیکھا مگر نمبر دیکھ کر اس کی بے زاری ہوا ہو گئی۔
"ہیلو کیسی ہو۔" دوسری طرف سے اس نے پوچھا تو وہ مسکرا دی۔
"ٹھیک ہوں۔"
"اچھا تمہاری آواز سے تو نہیں لگ رہا اور دوپہر کو جب مال میں ملا تھا تو تب بھی تم مجھے ٹھیک نہیں لگی تھیں۔" وہ ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئی۔
"آپ وہاں سے اتنی جلدی چلے کیوں گئے تھے۔" یاد آنے پر اس نے شکوہ کیا۔
"تو کیا کرتا تم پوری فوج کے ساتھ باہر نکلی تھیں۔ میں تو سمجھا تھا اکیلی آؤ گی۔ تھوڑی دیر ساتھ بیٹھیں گے۔ کچھ دل کی باتیں تمہیں سناؤں گا۔ لیکن۔۔۔"
اس کے افسوس بھرے انداز پر نمو کو بھی افسوس ہوا۔
"اچھا چھوڑو، یہ بتاؤ۔ وہ تمہارے ساتھ کون کون تھا۔" اس کا ذکر کرتے ہوئے نمو کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔
"وہ بھابھی کے بھائی ہیں۔"
"ہوں صرف بھابھی کے بھائی یا کچھ اور بھی۔" نمو کو اس کا لہجہ عجیب لگا۔
"آپ دونوں کو دیکھ کر تو لگتا تھا آپ ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟"
"ہاں جانتے تو ہیں بہت اچھی طرح سے۔"
"اچھا وہ کیسے؟"
"یہ چھوڑو، بس یہ شخص مجھے بہت برا لگتا ہے۔" اور نمو نے پوری طرح اس سے اتفاق کیا۔
"وہ ہے ہی اس قابل کہ اس کو برا سمجھا جائے۔"
"کیوں۔۔۔" اب کہ معیز کی آواز میں تجسس تھا۔ نمو نے گہری سانس لی۔
"دراصل ان کا پروپوزل آیا تھا میرے لیے اور بھائی چاہتے ہیں کہ میں ان سے شادی کرلوں۔"
"تو کیا تم اس سے شادی کرنا چاہتی ہو؟"
"بالکل نہیں۔" وہ قطعی انداز میں بولی۔ "وہ شخص سخت ناپسند ہے مجھے۔"
"اور میں۔۔۔؟" اب کہ دوسری طرف سے مسکرا کر پوچھا گیا تھا۔ نمو کوئی جواب دیے بغیر مسکرا دی۔
"مجھ سے شادی کرو گی نا؟"
"جی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔
"ٹھیک ہے، اب اس بات پر قائم رہنا اور کیسے بھی حالات ہوں تم نے پیچھے نہیں ہٹنا، میں تمہارے ساتھ ہوں۔"
"کیسے بھی حالات؟" اس نے پریشانی سے دہرایا۔
"ہاں! میں نے ابھی تمہیں بتایا نا میں زوار کو جانتا ہوں۔ وہ میرا بہت بڑا دشمن ہے اور مجھے نقصان پہنچانے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے گا۔ ہو سکتا ہے وہ تمہیں یا تمہارے گھر والوں کو میرے

خلاف کرنے کے لیے غلط باتیں کرے۔ لیکن تم اس کا یقین مت کرنا۔ تمہیں مجھ پر یقین ہے نا نمو!"
"جی۔" اس کے پوچھنے پر وہ الجھے ہوئے انداز میں بولی۔
"میں اب پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ اگر تمہارے گھر والے نہ مانے تو تمہیں مجھ سے کورٹ میرج کرنی ہو گی۔" نمو کے سر پر دھماکا ہوا تھا۔
"اس کی نوبت نہیں آئے گی۔"
"نہ ہی آئے تو اچھا ہے، لیکن اگر ایسا ہوا تو تم میرا ساتھ دو گی نا؟" اس نے بمشکل اثبات میں جواب دیا۔
"آئی لو یو۔"
اس کی بھاری آواز پر اس نے فون بند کر دیا۔ وہ الجھ گئی تھی۔ دروازہ کھلنے پر اس نے تیزی سے سیل فون تکیے کے نیچے رکھا اور کروٹ بدل کر لیٹ گئی۔ وہ اس وقت کسی سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔

☼ ☼ ☼

رخسانہ جب اندر داخل ہوئی تو وہ بے چینی سے سارے کمرے میں چکراتا پھر رہا تھا۔
"زوار۔" اس نے چونک کر رخسانہ کو دیکھا۔ "تم سوئے نہیں ابھی۔"
لیکن وہ کوئی جواب دیے بغیر پھر چکر لگانے لگا۔ رخسانہ نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا، جو کافی پریشان لگ رہا تھا۔ اس سے پہلے وہ مزید کچھ پوچھتی اس کا موبائل بج اٹھا۔
"یہ نمبر کنفرم ہے؟" وہ دوسری طرف سے پوچھ رہا تھا۔ "او کے تھینکس۔"
اس نے فون بند کرکے جلدی سے دوسرا نمبر ملایا۔ اب وہ فون کان سے لگائے شاید دوسری طرف سے فون اٹھائے جانے کا انتظار کر رہا تھا، جبکہ رخسانہ مسلسل الجھی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔
"زوار بات کر رہا ہوں۔" اس کے تعارف کروانے پر دوسری طرف سے قہقہہ سنائی دیا تھا۔
"بتانے کی ضرورت نہیں، میں پہچان گیا ہوں اور تمہارے ہی فون کا انتظار کر رہا تھا۔" اس کے جتاتے ہوئے انداز پر زوار کے ہونٹ بھنچ گئے تھے۔
"بولو کیوں فون کیا ہے۔"
"نمو سے دور رہو۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولا تو معیز ہنس پڑا۔
"کیوں؟"
"اس سے تمہیں مطلب نہیں ہونا چاہیے۔" وہ طنزیہ انداز میں بولا۔
"تمہیں جتنی تکلیف ہو رہی ہے معلوم ہوتا ہے بات کچھ اور ہی ہے۔ بڑی حیرت ہو رہی ہے زوار شاہ کو محبت ہو گئی اور وہ بھی ایسی لڑکی سے جو زوار سے محبت نہیں کرتی، بلکہ زوار شاہ کے سب سے بڑے دشمن سے شادی کرنا چاہتی ہے۔"
"بکواس بند کرو اپنی۔" وہ ایک دم چیخ اٹھا۔
"اور چیخو زوار شاہ! بڑا سکون مل رہا ہے تمہاری چیخ سن کر۔"
"میں آخری دفعہ کہہ رہا ہوں، نمو سے دور رہو۔ ورنہ تمہارا وہ حشر کروں گا کہ تمہیں اپنی زندگی سے نفرت ہو جائے گی۔"
"پہلے بھی تم میرے ساتھ بہت برا کر چکے ہو، لیکن اب میری باری ہے۔ مجھے ہمیشہ اس لمحے کا انتظار رہا ہے کہ تمہیں تڑپتے دیکھوں۔ وہ لمحہ اب آگیا ہے۔ میں تمہاری محبوبہ کا وہ حشر کروں گا کہ وہ اپنی زندگی سے نفرت کرنے لگے گی۔" اس کے لہجے میں سانپ کی سی پھنکار تھی۔
"اسے اس طرح اپنے جال میں پھنسایا ہے کہ اس کا نکلنا مشکل ہے۔ بچا سکتے ہو تو بچا لو۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔
"تم باز نہیں آؤ گے۔" زوار نے کافی سنجیدگی سے پوچھا۔
"مجھے کیوں کہہ رہے ہو، نمو سے کہو نا وہ مجھ سے شادی سے انکار کر دے۔" معیز نے جیسے اس کی بے بسی کا مذاق اڑایا۔
"چہ چہ زوار شاہ! ایک لڑکی نے تمہیں میرے

سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیا۔"

اس سے زیادہ اس میں ضبط نہیں تھا۔ اس نے فون آف کرکے بیڈ پر پھینک دیا۔ رخسانہ جو خاموشی سے ٹیلی فون پر ان کی گفتگو سن رہی تھی۔ کافی حد تک سمجھ گئی تھی۔ "یہ وہی معیز ہے؟" رخسانہ کے پوچھنے پر اس نے سر اثبات میں ہلایا۔

"یہ جیل سے باہر کب آیا؟"

"پتا نہیں۔" وہ پریشانی سے بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا بولا۔

"نمو کو روکنا ہوگا۔" وہ جیسے خود کلامی کے انداز میں بولا۔ رخسانہ نے کچھ حیرت سے اسے دیکھا۔

"جب وہ خود کنویں میں چھلانگ لگانا چاہتی ہے تو تم کیوں اسے بچانا چاہتے ہو۔ ٹھوکر کھائے گی تو اسے اندازہ ہوگا میرے بھائی کو ٹھکرا کر اس نے کیا کھویا ہے۔" زوار نے غصے سے اسے دیکھا۔

"رخسانہ! بے حسی کی کوئی حد ہوتی ہے۔ وہ صرف وسیم کی بہن نہیں میری محبت بھی ہے۔ میری محبت یعنی میری عزت۔"

رخسانہ قدرے شرمندہ ہوکر بولی۔ "تو تم کیا کرنے والے ہو۔"

"معیز کی باتوں سے لگتا ہے کہ وہ کافی حد تک نمو کا برین واش کرچکا ہے۔ سو اس سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ وسیم کو یا آنٹی کو معیز کی حقیقت بتانی ہوگی۔ اس نے رخسانہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور تم کل تیار رہنا میں تمہیں چھوڑنے تمہارے گھر جاؤں گا۔"

رخسانہ نے گہرا سانس لے کر سر ہلایا۔ وہ خود بھی اب اپنے گھر جانا چاہتی تھی۔

☼ ☼ ☼

ان سب کے چہروں پر ناقابل یقین تاثرات تھے۔ وسیم نے پریشانی سے اپنی پیشانی کو مسلا تھا۔ جبکہ رمشا کے ذہن میں کل کا منظر ایک دم واضح ہوا تھا۔ جب زوار کو دیکھ کر معیز بوکھلا کر بھاگا تھا۔ سب سے زیادہ بری حالت زاہدہ کی تھی۔

"یا میرے مولا! اتنا بڑا دھوکا۔" ان کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے۔ "کوئی اس طرح بھی دھوکا دیتا ہے۔ یوں بیٹیوں کی عزتوں سے کھیلتے ہیں اور اگر میں اپنی بچی ان لوگوں کو دے دیتی تو۔" وہ اس تصور سے ہی کانپ اٹھیں بلکہ وہاں موجود سب لوگ۔

"لیکن زوار! وہ قدسیہ آنٹی وہ ماں ہوکر اس گھناؤنے کام میں اس کا ساتھ دیتی ہیں۔" رمشا کے سوال پر زوار طنزیہ انداز میں مسکرایا تھا۔

"وہ اس کی ماں نہیں ہے بلکہ جرم کے اس کھیل میں اس کی پارٹنر ہے۔ وہ پہلے بھی اس طرح کئی لڑکیوں کی زندگیاں برباد کرچکے ہیں۔" کمرے میں محسوس کی جانے کی والی خاموشی چھائی تھی۔

"میں نے آپ کو یہ سب اس لیے بتایا ہے کہ آپ نمو کو سمجھائیں کیونکہ مجھے نہیں لگتا وہ میری بات پر یقین کرے گی... اور اس کے فیوچر کو سیکیور کرنے کے لیے ضروری ہے آپ جلد از جلد اس کی شادی کردیں۔"

اس کی تجویز پر وہ تینوں حیرانی سے اسے دیکھنے لگے۔

"بیٹا! اتنی جلدی کیسے کوئی اچھا رشتہ ملے گا۔" زاہدہ پریشانی سے زوار سے پوچھ رہی تھیں۔

"اگر آپ کو اعتراض نہ ہو اور اگر آپ کو مجھ پر بھروسا ہے تو میں آج ہی نمو سے نکاح کرنے پر تیار ہوں۔" ان تینوں نے چونک کر زوار کا چہرہ دیکھا۔

☼ ☼ ☼

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو ٹھٹک کر رہ گئی۔ سارا کمرا بکھرا پڑا تھا۔

"نمرہ۔" وہ چیختی ہوئی اس کی طرف بڑھی جو ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی چیزیں پھینکنے لگی تھی۔ "کیا کررہی ہو، پاگل ہوگئی ہو۔"

"ہاں پاگل ہوگئی ہوں۔" رمشا نے حیرت سے اس کے بکھرے بالوں اور سوجی ہوئی لال آنکھوں کو دیکھا۔

"کس سے پوچھ کر زوار کے ساتھ میرا نکاح طے کیا

ہے۔"

"مجھے سخت نفرت ہے اس آدمی سے۔ کیا مجھے اتنا بھی اختیار نہیں کہ میں اپنی پسند کے شخص کے ساتھ شادی کرسکوں۔ وسیم بھائی نے اپنی پسند کی شادی کی۔ امی نے کچھ نہیں کہا۔ تم نے بھی امی کی پسند کے لڑکے کو ریجیکٹ کرکے نبیل بھائی کو پسند کیا۔ وہاں بھی کسی کو اعتراض نہیں ہوا۔ پھر میری دفعہ کیوں؟"

وہ اب روتے ہوئے گھٹنوں کے بل قالین پر بیٹھ گئی تھی۔

"ہم نے تمہاری پسند کو ترجیح دی تھی لیکن شاید تم نے سنا نہیں زوار نے کیا بتایا ہے معیز کے بارے میں۔ وہ ایک کریمنل ہے۔ جیل کاٹ کر آچکا ہے۔ اسمگلر ہے۔ لڑکیوں کو اسمگل کرتا ہے اور تم سے محبت کے لیے شادی نہیں کررہا۔ تمہیں بیچنے کے لیے یہ شادی کا ڈھونگ کررہا ہے۔"

رمشا نے ساری مروت بھلا کر اسے تلخ حقیقت سنادی۔ لیکن اس وقت اس کی عقل پر پردہ پڑچکا تھا۔

"جھوٹ بولتا ہے۔ وہ صرف مجھے حاصل کرنے کے لیے اور تم لوگوں کو معیز کے خلاف کرنے کے لیے جھوٹ بول رہا ہے۔ جو اس نے کہا تم لوگوں نے مان لیا۔ کسی نے اس سے پوچھا کہ معیز کے بارے میں اسے اتنی انفارمیشن کیسے ہے؟"

وہ اب سوالیہ نظروں سے رمشا کو دیکھ رہی تھی۔

"اسے کچھ پتا ہے تو وہ یہ سب کہہ رہا ہے نا۔ ورنہ اسے کیا فائدہ ہے۔" نمو روتے ہوئے طنزیہ انداز میں مسکرادی تھی۔

"فائدہ اسی کا ہے۔ معیز کا دشمن ہے وہ اور اگر تم لوگ میری شادی معیز سے نہیں کرنا چاہتے تو ٹھیک ہے مگر زوار سے بھی نہیں کرو۔" رمشا ہونٹ بھینچے اس کا ضدی انداز دیکھنے لگی۔

"تم ایسی تو نہیں تھیں۔" اس نے اب قدرے افسوس سے کہا۔ "زوار صرف تمہیں بچانے کے لیے اتنی جلدی نکاح کررہا ہے۔"

"ہونہہ۔" وہ زہر خندہ انداز میں بولی۔ "اس کی

شرافت بھی دیکھ چکی ہوں۔ کان کھول کر سن لو میں معیز سے ہی شادی کروں گی۔" وہ ایک بار پھر قطعی انداز میں بولی تو رمشا غصے سے کھڑی ہوگئی۔

"اگر تمہاری عقل پر پردہ پڑچکا ہے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ باقی سب بھی اندھے ہوچکے ہیں۔ کل شام کو تمہارا نکاح زوار کے ساتھ ہے۔ اب چاہے تم رو کر کرو یا ہنس کر یہ تمہاری مرضی ہے۔" رمشا کہہ کر باہر نکل گئی۔ جبکہ وہ پیچھے چیختی رہی اور آخر میں تھک کر رونے لگی۔

☼ ☼ ☼

اس نے مندی مندی آنکھوں سے گھڑی کی طرف دیکھا۔ رات کے تین بج رہے تھے۔ اس وقت کس کا فون ہوسکتا ہے۔ اس نے بڑبڑاتے ہوئے فون ریسیو کیا تو سسکی کی آواز سنائی دی تھی۔ وہ گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

"نمو بات کررہی ہوں۔"

"پتا ہے بولو۔" اس کے روکھے لہجے پر دوسری طرف چند لمحوں کی خاموشی چھائی۔

"آپ نے اتنا بڑا جھوٹ بول کر جو گیم کھیلا ہے۔ میں اس میں آپ کو کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔ معیز مجھے پہلے ہی بتاچکے ہیں کہ آپ ان سے بدلہ لینے کے لیے ان پر ایسے ہی گندے الزامات لگائیں گے اور آپ نے ویسا ہی کیا۔"

"اور معیز صاحب نے یہ نہیں بتایا تمہیں کہ میں کس بات کا بدلہ لے رہا ہوں اس سے۔ کیا دشمنی ہے میری اس سے۔" ایک پل کے لیے وہ کوئی جواب ہی نہ دے سکی پھر تیزی سے بولی۔

"کیونکہ آپ ایک برے انسان ہیں اور میں آپ کو جتنا برا سمجھتی تھی آپ اس سے بھی زیادہ برے نکلے ہیں اور یہ یاد رکھیں اب میں کبھی بھی آپ سے شادی نہیں کروں گی' بے شک آپ مجھ پر تیزاب پھینک دیں۔"

"اور کچھ؟" اس کی ساری تقریر کے جواب میں

جب وہ یہ بولا تو نمو بری طرح چیخ کر رہ گئی۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں میں آپ سے شادی نہیں کروں گی۔ میں گھر سے بھاگ جاؤں گی۔" ساتھ ہی فون بند ہو گیا۔

زوار بھی فون آف کر کے دوبارہ لیٹ گیا لیکن اب نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

☼ ☼ ☼

"کیا بات ہے' بڑے خوش لگ رہے ہو۔" قدسیہ بیگم نے چائے پیتے ہوئے بغور مسکراتے ہوئے معیز کو دیکھا۔

"بات ہی خوشی کی ہے۔" وہ ہاتھ میں پکڑا چمچ گھماتے ہوئے بولا۔

"زوار شاہ یاد ہے آپ کو۔"

"اس کو کیسے بھول سکتی ہوں۔" وہ زہر خندہ انداز میں بولیں۔ "کیوں اب کیا ہوا ہے۔"

"ابھی تو کچھ نہیں ہوا' پر بہت کچھ ہونے والا ہے۔ میں ہمیشہ اس وقت کے انتظار میں رہا' جب اس سے بدلہ لے سکوں۔ لیکن اب تک اس کی کوئی کمزوری میرے ہاتھ نہیں آسکی۔ لیکن اب میں اس سے ایسا بدلہ لوں گا کہ ساری عمر یاد رکھے گا۔"

وہ بڑی دلچسپی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگیں۔ "زوار شاہ کو ایک لڑکی سے محبت ہو گئی ہے۔"

"تو؟" قدسیہ بیگم نے بھنویں اچکا کر پوچھا۔

"تو یہ کہ وہ لڑکی کوئی اور نہیں بلکہ نمو ہے۔"

قدسیہ کی مسکراہٹ سکڑ گئی تھی۔ "اور تم خوش ہو رہے ہو' جانتے ہو نا زاور کو پہلے بھی وہ ہمیں کافی نقصان پہنچا چکا ہے اور اب اگر اس نے تمہاری حقیقت نمو کو بتا دی تو جال میں پھنسی چڑیا اڑ جائے گی۔" وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"زوار یہ کوشش کر چکا ہے' بلکہ شام کو نکاح بھی کر رہا ہے نمو سے۔ لیکن ایسا کیسے ہو سکتا ہے جسے میں اپنی محبت کا جھانسا دوں اور وہ آسانی سے اس سے نکل کے آج تک تو ایسا ہوا نہیں۔"

"مطلب؟" قدسیہ بیگم نا سمجھی سے اس کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ کو دیکھنے لگیں۔

"ابھی نمو کا فون آیا تھا کہ وہ میرے علاوہ کسی اور سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔"

"پھر؟" قدسیہ بیگم دلچسپی سے بولیں۔

"پھر یہ کہ اب میں اسے لینے جا رہا ہوں۔ میں سوچ رہا تھا کیسے اسے یہاں بلاؤں اور اب وہ خود ہی آ رہی ہے' برباد ہونے کے لیے تو میں یہ موقع کھو کر زوار کو کوئی موقع نہیں دینا چاہتا۔ آپ شیخ صاحب کو فون کر دیں کہ ایک گھنٹے میں پہنچ جائیں۔"

وہ ٹیبل سے چابیاں اٹھا کر سیٹی بجاتا ہوا باہر کی طرف بڑھ گیا۔

☼ ☼ ☼

اس نے شیشے سے جھانک کر دیکھا' وسیم جا چکا تھا۔ اس نے کچھ لمحے پرسوچ نظروں سے پار لر کے دروازے کو دیکھا اور گہرا سانس لے کر موبائل سے معیز کا نمبر ڈائل کر دیا۔ پندرہ منٹ بعد وہ اس کے سامنے تھا۔ گھر سے جب وہ نکلی تھی تو اسے کوئی ڈر یا خوف نہیں تھا لیکن جوں جوں گاڑی آگے بڑھ رہی تھی اس کی پریشانی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ایک احساس ندامت تھا' جو مسلسل کچوکے لگا رہا تھا۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟"

معیز کے پوچھنے پر اس نے پیشانی کو انگلی سے دبایا تھا۔

"میں پوچھ رہا تھا زوار نے کیا کہا تھا میرے بارے میں۔"

"یہی کہ آپ مجرم ہیں۔ لڑکیاں اسمگل کرتے ہیں اور سب جیسے اس کی بات پر ایمان لے آئے لیکن میں نے یقین نہیں کیا۔" کہنے کے ساتھ اس نے داد طلب نظروں سے معیز کو دیکھا' جس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی تھی۔ نمو نے نا سمجھی سے اس کی مسکراہٹ کو دیکھا۔ کار رکتے ہی اس نے حیرت سے اطراف پر نظر ڈالی۔

"یہ ہم کہاں آگئے ہیں۔"

"میرے دوست کا گھر ہے۔ اس نے یہاں قاضی اور گواہ کا انتظام کیا ہے۔"

وہ اترا تو وہ بھی الجھی الجھی سی اس کے پیچھے چلنے لگی۔ وہ ایک چھوٹا سا گھر تھا۔ اس نے سہمی سی نظر گھر کی خاموش دیواروں پر ڈالی۔

"آنٹی کہاں ہیں۔"

"تم بیٹھو تو۔" معیز نے کہنے کے ساتھ اسے ہلکا سا دھکا بھی دیا تو وہ جو اپنے ہی دھیان میں کھڑی تھی لڑکھڑا کر صوفے پر گری۔ اس نے بے یقینی سے سامنے کھڑے معیز کو دیکھا' جو فون پر کوئی نمبر ملا رہا تھا۔

"جی شیخ صاحب! اِدھر ہیں آپ۔" وہ کسی سے پوچھ رہا تھا۔ "او کے جلدی آئیں میرے پاس ٹائم نہیں۔ اپنی امانت لے جائیں اور میری امانت مجھے سونپ جائیں۔"

دوسری طرف سے پتا نہیں کیا کہا گیا تھا' وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"ایسا نہیں ہے۔ آپ دیکھیں گے تو مجھے داد دیے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔" اس نے ایسی نظر سے نمو کو دیکھا کہ خوف کی ایک لہر اس کے پورے وجود میں سرایت کر گئی۔ کچھ غلط ہونے کا احساس الارم کی طرح اس کے اردگرد بجنے لگا۔

"ہوں تو مس نمو! اس سے پہلے کہ میرے اور تمہارے راستے جدا ہو جائیں' تمہیں کچھ باتیں بتانا چاہتا ہوں تاکہ تمہارے دل میں کوئی افسوس نہ رہے۔ پہلی بات تو یہ کہ نہ تو یہاں کوئی قاضی آنے والا ہے' نہ میں تم سے شادی کر رہا ہوں۔ پہلے تم کو ٹریپ کرنا میرے بزنس کا حصہ تھا۔ بعد میں اس میں میرا بدلہ بھی شامل ہو گیا۔ جو کچھ زوار نے تمہیں میرے بارے میں بتایا تھا بالکل ٹھیک بتایا ہے۔ میرا بزنس بھی ہے اسمگلنگ۔ وہ بھی خوب صورت لڑکیوں کی۔ ابھی بھی میں نے تمہارا سودا ایک شیخ سے کیا ہے دس لاکھ میں۔"

نمو کے لیے یہ انکشاف اتنا اچانک اور جان لیوا تھا

دنیا بھر سے منتخب معیاری ادب

عمران ڈائجسٹ

جولائی 2012ء کے شمارے کی جھلک

تین سلسلے وار تحریریں

اس تاریخی کہانی میں آپ کو جہاں جنگوں کا احوال ملے گا وہیں محبت کی لازوال داستان بھی نظر آئے گی۔ معروف مصنف اسلم راہی کے قلم سے

وہ دیوتاؤں اور دیویوں جیسے حسن کی مالک تھی...... اس کو نا جانے کون کون سی شکتیاں حاصل تھیں...... غزالہ جلیل راؤ کی تہلکہ خیز سلسلہ وار تحریر

سرزمین پنجاب کی حسین وادی جہلم کا ایک سادہ لوح جوان' جو دشمن کے لیے ناقابل تسخیر "فولاد" بن گیا۔ ایم اے راحت کے قلم سے

اس کے علاوہ احمد صغیر صدیقی کی "برائے انصاف" ایم الیاس کی "زخمی شیرنی" صفدر شاہین کی "ہولناک ایڈونچر" محمد مقصود خان کی "حسب الحکم" حسن علی خان کی "ہم ذوق" وقار بن سعید کی "آمد و شد" دانش کمال کی "تشنہ جاں" محمد صدیق طاہر کی "مریض کا قتل" صابر علی ہاشمی کی "بیکار معاش" اردو ادب سے انتخاب میں شوکت صدیقی کی "خان بہادر" ابراہیم جلیس کی "کالے چور کے نام" رام لعل کی "پہلا آدمی" سچی داستانوں میں ہما صفدر کی "پاگل نہ ہو جاؤں" نوازش شاہین کی "داغ دار" محمد سلیم اختر کی "شاہو" اور آخری صفحات پر ایم اے راحت کے قلم سے معاشرتی ناول "زرگزشت"

آج ہی قریبی بک سٹال سے تازہ شمارہ حاصل کر لیں

کہ اس کا سارا وجود برف کی طرح ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ صرف آنکھیں دیکھ اور کان سن رہے تھے۔ باقی سارا جسم مفلوج ہو گیا تھا۔

"آج سے پانچ سال پہلے میں ایک لڑکی کو اسی سلسلے میں دبئی لے کر جا رہا تھا۔ پتا نہیں کیسے اس لڑکی کو میری حقیقت پتا چل گئی تھی۔ میں جس ہوٹل میں ٹھہرا تھا' وہیں زوار بھی ٹھہرا تھا۔ پتا نہیں کیسے اس لڑکی کی زوار سے ملاقات ہوئی اور اس نے نہ صرف اس لڑکی کو بچا لیا بلکہ مجھے جیل بھی بھجوا دیا۔ اس کی وجہ سے مجھے جو لاکھوں کا نقصان ہوا سو ہوا۔ لیکن جو وقت میں نے جیل میں گزارا' وہ میں نہیں بھول سکتا اور جب مجھے پتا چلا زوار تم سے محبت کرتا ہے تو میں بتا نہیں سکتا' مجھے کتنی خوشی ہوئی۔ آج جب وہ نکاح کے لیے جائے گا اور تم نہیں ہو گی تو کیسے اس کی عزت کی دھجیاں اڑیں گی۔ کاش! میں اس وقت اس کا چہرہ دیکھ سکتا۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"وہ تمہیں بچانے کی اس نے بہت کوشش کی۔ مجھے دھمکیوں بھرے فون کیے۔ لیکن افسوس وہ ہار گیا۔" وہ افسوس کرتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

"پہلے میرا ارادہ صرف تمہارا سودا کرنے کا تھا لیکن اب میں زوار کی عزت کو اپنے ہاتھوں سے پامال کرنا چاہتا ہوں۔"

نمو نے اس وقت پوری شدت سے اپنے مرنے کی دعا کی تھی۔ اس نے سختی سے آنکھیں بند کر لیں۔

"یا اللہ! اگر میں نے زندگی میں ایک نیکی کی ہے تو اس کے صدقے میری عزت کی حفاظت فرما۔"

"وہ آنکھیں بند کر لینے سے بد قسمتی راستہ نہیں بدلتی۔" اس نے اپنے بہت قریب اس کی آواز سنی تھی۔ تب ہی باہر دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ معیز بدمزا ہو کر پیچھے ہٹا تھا۔

"یہ شیخ اتنی جلدی کیسے ٹپک پڑا۔" وہ جھنجلاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ وہ اسی طرح آنکھیں بند کیے پوری شدت سے اللہ سے مدد مانگ رہی تھی۔ باہر ایک دم بے تحاشا شور اٹھا تھا۔ بھاگتے قدموں کی آواز قریب سے آنے لگی تھی۔

"نمو!" قریب سے آتی جانی پہچانی آواز اسے اپنا وہم لگی تھی۔

"نمو!" اب کسی نے اس کا چہرہ تھپتھپایا تھا۔ اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ اس نے دوبارہ آنکھیں بند کر کے کھولیں لیکن چہرہ نہیں بدلا تھا۔

"تم ٹھیک ہو؟" وہ پریشانی سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں پانی اکٹھا ہونا شروع ہو گیا حتیٰ کہ وہ چہرہ دھندلا سا گیا۔

"نمو!" اس نے اس کا کندھا ہلایا۔ وہ ایک دم اس کے سینے سے لگ کر چیخ پڑی تھی۔ وہ کافی دیر یونہی چیختی رہی پھر اس کی چیخیں آنسوؤں میں اور آنسو سسکیوں میں بدل گئے۔ اتنی دیر زوار یونہی ساکت اس کو ساتھ لگائے کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ نمو نے خود ہی سر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"سب ٹھیک ہے اب' آؤ۔" وہ آگے بڑھا تو نمو نے اس کی شرٹ مضبوطی سے تھام لی۔

زوار نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ وہ بری طرح ڈری ہوئی لگ رہی تھی۔ اس نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ باہر پولیس کی گاڑیاں تھیں۔

"ماجد!" زوار کی آواز پر پولیس وردی میں ملبوس آدمی جو ایس پی تھا۔ ان کے قریب آیا۔

"زوار! تم فکر مت کرو' بھابھی کو لے کر جاؤ' میں ان لوگوں کو دیکھ لوں گا۔" بھابھی۔۔۔ کہنے پر نمو نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ماجد! اب کی بار یہ چھوٹنا نہیں چاہیے۔ لوگوں کی عزتوں سے کھیلنے والے یہ لوگ معاشرے کا ناسور ہوتے ہیں۔ انہیں جتنی جلدی ختم کر دیا جائے اتنا ہی اچھا ہے۔"

زوار نے غصے سے اس طرف دیکھا' جہاں معیز پولیس کے نرغے میں بیٹھا تھا۔

"شیخ بھی پکڑا گیا اور معیز کی وہ آنٹی بھی۔ مجھے لگتا ہے اس گروہ میں اور لوگ بھی ہیں۔ لیکن خیر میں دیکھ لوں گا تم بے فکر رہو اور بھابھی! آپ کو بھی گھبرانے کی

ضرورت نہیں۔" زوار نے اسے پتا نہیں کیا بتایا تھا جو وہ اسے بھابھی کہہ رہا تھا۔ وہ اسے لیے گاڑی میں بیٹھ گیا اور چپ چاپ ڈرائیو کرنے لگا۔ نمو نے بے چینی سے دو تین بار اس کی طرف دیکھا۔ وہ چاہتی تھی' وہ اس سے کچھ پوچھے' اسے ڈانٹے لیکن وہ بالکل خاموش تھا۔

"گھر میں کافی مہمان ہیں اور کسی کو کچھ پتا نہیں۔" گھر کے قریب پہنچ کر اس نے کہا تو نمو سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"میرا مطلب ہے کہ کسی کو کچھ کہنے اور بتانے کی ضرورت نہیں۔"

نمو کتنی دیر اسے دھندلی نظروں سے دیکھتی رہی۔

"تم تو پارلر گئی تھیں؟" رمشا نے حیرت سے اس کے سادہ حلیے کو دیکھا تو وہ گڑبڑا کر اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"راستے میں ہنگامہ ہو گیا تھا۔ پارلر کے شیشے بھی توڑ دیے ان لوگوں نے اسی لیے تو دیر ہو گئی۔ شکر کرو جان بچ گئی۔" پیچھے سے زوار نے آ کر اس کی مشکل آسان کی۔

"اور اپنی بہن کو صرف اچھے کپڑے پہنا دو۔ یہ سادگی میں ہی مجھے اچھی لگتی ہے۔"

رمشا ہنس پڑی تھی جبکہ نمو ایک بار پھر زوار کی طرف دیکھنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ نکاح نامے پر سائن کرتے ہی وہ اس بری طرح روئی تھی کہ سب پریشان ہو گئے تھے لیکن اس قدر ٹوٹ کر رونے کے پیچھے کیا وجہ تھی' صرف دو لوگ جانتے تھے۔ ایک وہ خود اور دوسرا زوار۔

۞ ۞ ۞

زاہدہ کب سے اسے دیکھ رہی تھیں جو پچھلے ایک گھنٹے سے مسلسل ایک ہی زاویے میں بیٹھی تھی جبکہ سامنے کھلے رسالے کا صفحہ تک نہیں پلٹا تھا۔

"نمو!" ان کی آواز پر بھی اس میں جنبش نہیں ہوئی تو وہ گھبرا کر اس کے قریب آ گئیں۔

"جی امی!" اس نے چونک کر انہیں دیکھا تو انہیں جھٹکا لگا۔ وہ رو رہی تھی اور شاید اسے احساس بھی نہیں تھا۔

"کیا بات ہے میرے بچے! کیا ہوا ہے۔" وہ دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھام کر پریشانی سے بولیں تو نمو ایک دم ان کے گلے لگ گئی۔

"امی پلیز! مجھے معاف کر دیں مجھ سے غلطی ہو گئی بہت بڑی غلطی ہو گئی۔" اس کا یوں رونا اور کسی غلطی کا اعتراف۔۔۔ زاہدہ کا دل انجانے خدشے پر تیز دھڑکنے لگا۔

"کیسی غلطی نمو!"

"امی! آپ وعدہ کریں آپ مجھے معاف کر دیں گی۔" وہ یونہی ان کے ساتھ لگے ہوئے بولی۔

"نمو! میرا دل بند ہو جائے گا۔ جلدی بول۔" پھر اس نے اٹکتے اٹکتے انہیں سب بتا دیا۔ اس کی پشت سہلاتا ان کا ہاتھ بالکل ساکت ہو گیا تھا۔ انہوں نے اسے خود سے الگ کر کے اس کا چہرہ دیکھا۔

"یہ غلطی نہیں گناہ ہے نمو! جو تم کرنے جا رہی تھیں۔ میں تمہیں جس دلدل میں گرنے سے بچانا چاہتی تھی تم اسی میں چھلانگ لگا رہی تھیں۔ اگر زوار وہاں نہ پہنچتا تو تم نے سوچا ہے کیا ہوتا تمہارے ساتھ۔" انہوں نے کہنے کے ساتھ اسے جھنجوڑ ڈالا تھا۔

"نہ تم کسی قابل رہتیں اور نہ ہمیں کہیں منہ دکھانے کے قابل چھوڑتیں۔" انہوں نے جھٹکے سے اسے چھوڑا تو وہ لڑکھڑا کر رہ گئی۔ "تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

وہ اب دونوں ہاتھوں میں سر دیے پریشانی سے پوچھ رہی تھیں۔

"زوار نے منع کیا تھا مجھے۔" وہ روتے ہوئے بولی تو زاہدہ نے افسوس سے اس کا سر جھکایا ہوا چہرہ دیکھا۔

"تم نے کوئی نیکی کی ہے جو تمہیں زوار جیسا شوہر ملا۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو تمہاری اتنی غلط حرکت کے بعد تمہیں اپنانا تو دور زمانے بھر میں رسوا کر دیتا مگر اس نے نہ صرف تمہاری عزت بچائی بلکہ تمہیں اپنا

باہم دیا بلکہ تمہیں تمہارے بھائی بہنوں اور دنیا کی نظروں میں بھی گرنے سے بچالیا۔"

نمو کے رونے میں شدت آگئی تھی۔ کیونکہ زوار کی محبت اور اس کی اعلا ظرفی کی تو وہ کب کی قائل ہو چکی تھی۔

"امی پلیز! مجھے معاف کردیں ورنہ میں اس بوجھ تلے مرجاؤں گی۔" وہ ایک بار پھر گڑگڑائی۔

"میں ماں ہوں تمہاری نمو! تمہاری سو غلطیاں معاف کرسکتی ہوں لیکن اب تمہیں معافی زوار سے مانگنی ہوگی۔ اس نے تمہیں معاف کردیا تو سمجھو میں نے تمہیں معاف کردیا۔" وہ کہہ کر رکی نہیں تھیں جبکہ وہ برستی نظروں سے کتنی دیر بند دروازے کو دیکھتی رہی۔

☼ ☼ ☼

"بھابھی! زوار نہیں آئے گا؟" رمشا نے کچن میں داخل ہوتی رخسانہ سے پوچھا تو نمو کے کان کھڑے ہوگئے۔

"کب سے اس کا نمبر ٹرائی کررہی ہوں فون ریسیو نہیں کیا۔ میسج کیا ہے دیکھو! آتا ہے یا نہیں۔"

سلاد بناتے نمو کے ہاتھ سست پڑگئے تھے۔ ان کے نکاح کو ایک مہینہ ہوگیا تھا اور پندرہ دن بعد اس کی اور رمشا کی شادی تھی۔ شادی کی ساری تیاریاں رخسانہ کررہی تھی اور جو یہ شادی کرنے کے لیے پاگل ہوا جارہا تھا وہ منظر سے ہی غائب ہوگیا تھا۔

"تمہیں کیا ہوا! رو کیوں رہی ہو۔" رمشا کے حیرت سے پوچھنے پر رخسانہ چونک کر اسے دیکھا۔

"نہیں وہ پیاز کاٹ رہی تھی نا۔" اس نے جلدی سے پیاز آگے کرکے پھر ایک دم سب چھوڑ کر جلدی سے کچن سے نکل گئی۔ کافی دیر بعد دوبارہ کچن میں آکر اپنا چھوڑا ہوا کام کرنے لگی تو رخسانہ نے کہا۔

"نمو پلیز! یہ کام بعد میں کرنا پہلے یہ جوس زوار کو دے آؤ۔ میرے کمرے میں بیٹھا ہے۔" اور نمو کو جیسے سکتہ ہوگیا تھا۔

"کیا ہوا۔" اسے یوں ساکت کھڑے دیکھ کر رخسانہ نے زیر لب مسکراتے ہوئے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے گلاس تھام لیا۔ باہر آئی تو زلیخا لاؤنج میں موجود تھیں۔

وہ نظریں چراتی کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔ کمرے کی طرف بڑھتے اس کے قدم سست جبکہ دل کی دھڑکن بے حد تیز تھی۔

ایک وقت تھا جب اسے اس کے سامنے جانے سے الجھن ہوتی تھی اور اب تو آنکھوں کو کب سے اس کا انتظار تھا۔

وہ دستک دے کر اندر آگئی وہ آرام کرسی پر آگے پیچھے جھولتے ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر چونکا۔ نمو نے سلام کرنے کے بعد گلاس اس کی طرف بڑھایا۔

"تھینکس۔" وہ گلاس تھام کر بولا۔ وہ وہیں کھڑی اسے دیکھتی رہی جو اسے نظر انداز کرکے پوری توجہ سے ٹی وی اسکرین کو گھور رہا تھا۔

"آپ مجھ سے ناراض ہیں؟" پوری ہمت جمع کرکے اس نے یہ فقرہ ادا کیا تھا۔

"ہاں۔" آگے سے جواب اس کی توقع کے برعکس تھا۔ وہ ایک دم گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ گئی اور دونوں ہاتھ اس کے گھٹنے پر رکھ دیے۔

"مجھے معاف کردیں پلیز! مجھ سے غلطی ہوگئی۔" ساتھ ہی اس نے رونا بھی شروع کردیا۔ اس رد عمل کے لیے زوار تیار نہیں تھا وہ بوکھلا گیا۔

"نمو پلیز۔"

"پلیز آپ مجھے معاف کردیں۔"

"اچھا بابا! اٹھو تو میں نے معاف کیا۔" وہ جلدی سے بولا۔

"نہیں ایسے نہیں صحیح طریقے سے معاف کریں۔" زوار کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔

"یہ صحیح طریقہ کون سا ہوتا ہے۔" وہ کچھ نہیں بولی تھی۔ بس سر جھکائے روتی رہی تو زوار نے جھک کر اس کی پیشانی چوم لی۔ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"اٹھو۔" وہ کھڑی ہوگئی۔

"بیٹھو۔" اس نے اس کا بازو پکڑ کر اسے اپنی ٹانگوں پر بٹھالیا۔

"اب بولو۔" وہ مسکرا کر اس کا بھیگا ہوا چہرہ دیکھنے لگا۔

"میں نے آپ سے اتنی بدتمیزی کی برا بھلا کہا۔ آپ نے ایک دفعہ بھی مجھے کچھ نہیں کہا اتنا بوجھ ہے میرے دل پر۔" اس کی آواز پھر بھرا گئی۔

"میں اتنی غلط حرکت کرنے جارہی تھی مجھے ڈانٹتے، تھپڑ مارتے، کچھ تو کہتے۔ اگر اس دن آپ نہ آتے تو۔"

کہتے ہوئے اس کے آنسوؤں میں روانی آگئی۔ زوار نے مسکراتے ہوئے اس کے آنسو صاف کیے۔

"کیسے نہ آتا میری جان! جو بے وقوفی تم نے کی تھی اس کی توقع تھی مجھے تم سے۔ جب رات کو تم نے مجھے فون کرکے کہا تم بھاگ جاؤگی تب ہی مجھے شک ہوگیا تھا۔ ساری رات نہیں سویا۔ تم اگر دھیان دیتیں تو تمہیں اندازہ ہوتا کوئی تمہارا پیچھا کررہا ہے۔ جب وسیم تمہیں پارلر چھوڑ کر گیا تھا میں وہیں تھا اور جب تم معوذ کی گاڑی میں بیٹھیں تب بھی میں وہیں تھا۔"

نمو بے ساختہ بول اٹھی تھی۔

"جب آپ سب جانتے تھے تو مجھے روکا کیوں نہیں، مجھے جانے کیوں دیا اس گھٹیا آدمی کے ساتھ۔"

"میں چاہتا تو ایسا کرسکتا تھا لیکن میں نے خود نہیں کیا۔ کیونکہ میں چاہتا تھا تم خود اپنی آنکھوں سے اس کا اصلی چہرہ دیکھو۔ کیونکہ جب تک تم خود نہ دیکھ لیتیں تم نے میرا تو یقین کرنا نہیں تھا۔ اور نہ تمہیں میری محبت کا اندازہ ہوتا۔"

نمو شرمندہ ہوکر رہ گئی۔ وہ بالکل ٹھیک کہہ رہا تھا۔

"خیر چھوڑو جو بھی ہوتا ہے اچھے کے لیے ہوتا ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو کیا تم مجھ سے نکاح کے لیے مانتیں؟" اس نے مسکراتے ہوئے اس کی ناک دبائی تو وہ شرما کر مسکرادی۔

"اگر آپ مجھ سے ناراض نہیں تھے تو پھر آپ اتنے دنوں سے آئے کیوں نہیں اور فون بھی نہیں کیا۔"

"کیوں تم انتظار کررہی تھیں؟" وہ مسکراتے ہوئے بولا تو اس نے مسکرا کر سرہلایا۔ وہ بے تحاشا خوش ہوگیا اور اس سے پہلے کہ وہ اپنی خوشی کا عملی مظاہرہ کرتا وہ پھرتی سے اٹھ کر بھاگی۔

"کہاں جارہی ہو؟"

"معافی مانگنے آئی تھی۔ مانگ لی، اب جارہی ہوں۔" وہ کھکھلا کر ہنستے ہوئے بولی۔

"کتنی دیر بھاگو گی تھوڑے دنوں کی بات ہے۔" وہ بھی اسی کے انداز میں بولا تو وہ ہنسی دبائی ہوئی باہر نکل آئی۔

اس کے انتظار میں بیٹھی زاہدہ نے چونک کر اسے دیکھا، جہاں سے وہ مسکراتی ہوئی اپنے دھیان میں آرہی تھی۔ اس کو یوں طمانیت سے مسکراتے دیکھ کر وہ بھی کھل کر مسکرادیں۔

☼

خواتین ڈائجسٹ
کی طرف سے بہنوں کے لیے ایک اور ناول
میرے ندیم

قیمت -/275 روپے
رضیہ جمیل
منگوانے کا پتہ
مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37 - اردو بازار، کراچی۔ فون نمبر: 32735021